ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 21 شمارہ 02 ستمبر 2023ء - صفر المظفر 1445ھ

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

جلد 21 شمارہ 02

ستمبر 2023ء - صفر المظفر 1445ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود

فی شمارہ......... 50 روپے
سالانہ......... 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب و تحریر

صفحہ

آئینۂ احوال............ترکِ تکلفات اور شکوۂ مہنگائی سے نجات...... مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 42)..................بغرضِ عبرت سیر کرنے اور

بزدلی وغم سے بچنے کا حکم.............................. // // 5

درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 23)... // // 14

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات.............................. مفتی محمد رضوان 19

عمل کی رُوح سے خالی علم...!................................ مولانا شعیب احمد 21

علم کے مینار:.. فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (نواں حصہ)..... مفتی غلام بلال 24

تذکرۂ اولیاء:.....................عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی

گورنروں کی تقرری (قسط 9)............................ مولانا محمد ریحان 28

پیارے بچو!.........................برسات.............. // // 30

بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (ساتواں حصہ)..... مفتی طلحہ مدثر 32

آپ کے دینی مسائل کا حل ....تکفیر بازی ومغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط 11)................................ ادارہ 39

کیا آپ جانتے ہیں؟...............تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی

تحقیق (چودہویں وآخری قسط)........................ مفتی محمد رضوان 48

عبرت کدہ ......بنی اسرائیل اور ''ذبحِ بقرہ'' کا واقعہ (پہلا حصہ)..... مولانا طارق محمود 54

طب وصحت......''ذَرِیْرَۃٌ'' یعنی چرائتہ کے خواص وفوائد...... حکیم مفتی محمد ناصر 58

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز.............. // // 60

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال مفتی محمد رضوان

ترکِ تکلفات اور شکوۂ مہنگائی سے نجات

یوں تو ہمارے یہاں ہمیشہ سے ہی مہنگائی اور بے روزگاری کا رونا رویا جاتا رہا ہے، جس میں جھوٹ کے رونا رونے والوں کی بھی بڑی تعداد موجود رہی ہے، لیکن موجودہ حالات میں جس تیزی کے ساتھ واقعی درجہ میں مہنگائی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، اس سے اچھے اچھے لوگوں کے ہوش ٹھکانے آ گئے ہیں، جس کو دیکھو، وہی مہنگائی اور بے روزگاری کا شکوہ وشکایت کرتے اور اپنی مشکلات کو بیان کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے، اور جب مہنگائی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے، تو اسی کے ساتھ رشوت خوری، چوری، ڈاکہ زنی، اغواء کاری اور حرام خوری کی مختلف شکلوں کے واقعات وحادثات میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، کیونکہ مہنگائی و بے روزگاری کی صورت میں بہت سے لوگ اس طرح کے ناجائز راستوں کا انتخاب کر کے اپنی ضروریات وخواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور اس طرح مہنگائی و بے روزگاری، ملک ومعاشرہ میں کئی مہلک ترین فتنوں اور فسادات کو جنم دینے کا ذریعہ بنتی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم پہلے بھی بار بار یہ بات قرآن وسنت کے تناظر میں ذکر کر چکے ہیں کہ دنیا میں آنے والے اس قسم کے مصائب وآفات کی بنیادی وجہ، ہماری بداعمالیاں اور ہمارے کرتوت ہوتے ہیں، اس لیے ہمیں سب سے پہلے توبہ تائب ہو کر، اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور معاشرہ میں پائے جانے والے گناہوں سے اپنے آپ کو پاک وصاف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ہماری قوم کا ایک عرصہ سے جو پرتکلف وپرتعیش زندگی گزارنے کا مزاج بن گیا ہے، جس کی خاطر ہمارے مال کا وافر حصہ خرچ ہو جاتا ہے،

ہمیں اس پر بھی قابو پانے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ہر آنے والے وقت میں ہمارے معاشرہ کے ہر دوسرے فرد کا مزاج، سادگی کو ترک کر کے کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے اور غمی وخوشی کے ہر شعبہ میں مختلف تکلفات، تصنعات تعیّشات کا بنتا جا رہا ہے، جس کی خاطر اپنی کمائی کا بڑا حصہ ان چیزوں کے لیے قربان کرنا پڑتا ہے۔

بچہ کی پیدائش سے لے کر، انسان کے قبر میں چلے جانے کے بعد تک، ہمارے معاشرہ میں جس قسم کی مہنگی ترین رسوم ورواج اور تکلفات وخرافات میں تیزی سے اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، اور دنیاوی پروگراموں کے علاوہ، دینی ومذہبی عنوان سے قائم تقریبات میں جس قسم کی بھاری بھرکم فضول خرچیاں دیکھنے میں آ رہی ہیں، اور ملکی وسیاسی سطح پر منائے جانے والے مخصوص ایام میں جس بے دردی کے ساتھ بناوٹ وسجاوٹ اور زیب وزینت پر پانی کی طرح پیسہ بہانے کا سلسلہ جاری ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر جو مختلف عنوانات سے فنکشنز کیے جاتے ہیں، اور مہنگے وقیمتی ہوٹلوں میں متنوع اور مہنگے کھانوں اور بھاری بھرکم دعوتوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جو مقابلہ جاری ہے، اور فوتگی کے بعد جس طرح سے دعوتوں کا سماں باندھنے کی ریت پڑ گئی ہے، اور قیمتی اور نئی نئی گاڑیوں، فیشنی لباس، اور ہر چیز کے میک اپ کے لیے پیسہ لٹانے کی جو بے دریغ عادت پڑ گئی ہے۔

یہ اور اس طرح کی دوسری رسوم ورواج اور تصنعات وتکلفات، خرافات ومنکرات نے ہماری انفرادی واجتماعی معیشت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس قسم کے تکلفات تعیّشات اور خرافات ومنکرات کا عادی ہونے سے بچانے کی کوشش کریں، اور ہر شعبۂ زندگی میں بے تکلفی، سادگی اور کفایت شعاری کے طور وطریقوں کو اختیار کریں، اور ان کو فروغ دیں، اور اہل حل وعقد واکابرِ امت ان چیزوں کا عوام ومعاشرہ میں شعور پیدا کریں۔

ایسی صورت میں یقینی طور پر ہم اپنی آمدنی کے بڑے حصہ کو محفوظ رکھ کر اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد حاصل کر سکتے ہیں، اور مہنگائی وبے روزگاری کے شکوہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 42، آیت نمبر 137 تا 142) مفتی محمد رضوان

بغرضِ عبرت سیر کرنے اور بزدلی وغم سے بچنے کا حکم

قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ سُنَنٌ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ (137) هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًی وَّمَوۡعِظَةٌ لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (138) وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (139) اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ وَتِلۡکَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیۡنَ النَّاسِ وَلِیَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَیَتَّخِذَ مِنۡکُمۡ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ (140) وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَیَمۡحَقَ الۡکٰفِرِیۡنَ (141) اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡکُمۡ وَیَعۡلَمَ الصّٰبِرِیۡنَ (142) (سورہ آلِ عمران)

ترجمہ: یقیناً گزر چکے تم سے پہلے کئی طریقے، پس چلو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کہ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا (137) یہ بیان ہے لوگوں کے لیے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے متقیوں کے لیے (138) اور مت بزدل بنو تم اور مت غم کرو تم اور تم ہی اعلیٰ رہو گے، اگر ہو تم ایمان لانے والے (139) اگر پہنچا ہے تم کو زخم، تو یقیناً پہنچ چکا ہے قوم کو بھی زخم، اس جیسا اور یہ دن، بدلتے رہتے ہیں ہم ان کو لوگوں کے درمیان، اور تاکہ جان لے اللہ، ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور بنائے وہ تم میں سے شہداء کو، اور اللہ نہیں محبت کرتا، ظالموں سے (140) اور تاکہ چھانٹ لے، اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور مٹادے کافروں کو (141) کیا گمان کرلیا تم نے یہ کہ داخل ہوجاؤ گے تم جنت میں، حالانکہ ابھی تک نہیں جانا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور نہیں جانا صبر کرنے والوں کو (142) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

چند آیات پہلے غزوۂ بدر میں اللہ کی نصرت اور فرشتوں کے نزول کا ذکر کیا گیا تھا، پھر اس کے بعد

غزوۂ احد میں مسلمانوں کو اپنی کوتاہی کی وجہ سے عارضی طور پر ہزیمت اٹھانی پڑی تھی، اور مومنوں کو کافروں کے ہاتھوں سے کافی کچھ ایذاء پہنچی تھی، مذکورہ بالا آیات میں مومنوں کو عبرت وبصیرت حاصل کرنے، اور بزدلی اور غم سے بچنے، اور آزمائش کے موقع پر صبر وہمت کو اختیار کرنے کی مخصوص انداز میں تعلیم دی گئی ہے۔

چنانچہ مذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ“

”یقیناً گزر چکے تم سے پہلے کئی طریقے، پس چلو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کہ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا“

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مختلف طریقوں کے عذاب دے کر نشاناتِ عبرت بنایا ہوا ہے، وہاں جا کر ان نشانِ عبرت کو دیکھنا اور عبرت حاصل کرنی چاہیے، جیسا کہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ١١)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ چلو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کہ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا (سورہ انعام)

اور سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (سورة النمل، رقم الآية ٦٩)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ چلو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کہ کیسا ہوا انجام مجرموں کا (سورہ نمل)

اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورة العنكبوت، رقم الآية ٢٠)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ چلو تم زمین میں،، پھر دیکھو تم کہ کیسے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا اس (اللہ) نے مخلوق کو، پھر اللہ پیدا فرمائے گا دوسری مرتبہ بھی، بے شک اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے (سورہ عنکبوت)

اور سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ (سورة الروم،رقم الآية ۴۲)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ چلو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کہ کیسا انجام ہوا اُن لوگوں کا، جو پہلے تھے،ان کے اکثر مشرک تھے (سورہ روم)

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ(سورة النحل،رقم الآية ۳۶)

ترجمہ: اور البتہ یقیناً بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول کو، یہ (بنیادی حکم دے کر) کہ عبادت کرو تم اللہ کی،اور اجتناب کرو طاغوت سے، پس ان میں سے وہ بھی ہوئے، جن کو ہدایت دے دی اللہ نے،اور ان میں سے وہ بھی ہوئے کہ ثابت ہوگئی ان پر گمراہی، پس چلو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کہ کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا (سورہ نحل)

اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ“

”یہ بیان ہے لوگوں کے لیے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے متقیوں کے لیۓ“

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید، اور اس کی ہر آیت اور ہر حکم، اللہ کی طرف سے ہونے کی وجہ سے لوگوں کے لئے واضح بیان اور متقیوں کے لئے ہدایت و نصیحت کا ذریعہ ہے، جیسا کہ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورة النور، رقم الآية ۳۴)

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً نازل کیا ہم نے تمہاری طرف واضح آیات کو اور کچھ مثال ان لوگوں کی، جو گزر چکے تم سے پہلے اور (نازل کیا ہم نے) نصیحت کو متقیوں کے لیے (سورہ نور)

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۲۰۳)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ بس میں تو اتباع کرتا ہوں، اس کی، جو وحی کی جاتی ہے میری طرف، میرے رب کی طرف سے، یہ بصیرت والے دلائل ہیں، تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے، اس قوم کے لیے جو ایمان والے ہیں (سورہ اعراف)

اور سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورة يونس، رقم الآية ۵۷)

ترجمہ: اے لوگو! آچکی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور شفاء ہے ان چیزوں کے لئے جو سینوں میں ہیں، اور ہدایت اور رحمت ہے مومنین کے لئے (سورہ یونس)

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (سورة النحل، رقم الآية ۸۹)

ترجمہ: اور نازل کیا ہم نے آپ پر اس کتاب کو بیان کرنے کے لئے ہر چیز کو اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری کے لئے مسلمانوں کے واسطے (سورہ نحل)

اور سورہ جاثیہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (سورة الجاثية، رقم الآية ۲۰)

ترجمہ: یہ بصیرت والے دلائل ہیں، لوگوں کے لیے اور ہدایت اور رحمت ہے، ان لوگوں کے لیے(جو) یقین رکھتے ہیں (سورہ جاثیہ)

اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ“

”اورمت بزدل بنوتم اورمت غم کروتم اورتم ہی اعلیٰ رہوگے اگرہوتم ایمان لانے والے“

مطلب یہ ہے کہ مومنوں کو نہ تو بزدل ہونا چاہیے، اور نہ ہی تکلیف ونقصان پر غمگین ہونا چاہیے، بلکہ ہمت وحوصلہ رکھ کر پکا سچا مومن بننا چاہیے، جس کے نتیجہ میں اللہ بلند اور غالب فرماتا ہے، جیسا کہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۰۴)

ترجمہ: اورمت بزدل بنوتم (دشمن) قوم کا پیچھا کرنے میں، اگرہوتم تکلیف اٹھاتے، تو بے شک وہ (لوگ بھی) تکلیف اٹھاتے ہیں، جیسا کہ تم تکلیف اٹھاتے ہو اور تم امید رکھتے ہو اللہ سے، جو وہ (لوگ) امید نہیں رکھتے اور ہے اللہ ”علیم حکیم“ (سورہ نساء)

اورسورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (سورة محمد، رقم الآية ۳۵)

ترجمہ: پس بزدل مت بنوتم اور (نہ بزدلی کی وجہ سے) صلح کی طرف بلاؤتم، اور تم ہی بلند ہو، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور ہرگز نہیں کم کرے گا وہ (اللہ) تمہارے ساتھ تمہارے اعمال (کے ثواب) کو (سورہ محمد)

اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ“

’’اگر پہنچا ہے تم کو زخم، تو یقیناً پہنچ چکا ہے قوم کو بھی زخم اس جیسا اور یہ دن، بدلتے رہتے ہیں ہم، ان کو لوگوں کے درمیان، اور تاکہ جان لے اللہ، ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور بنائے وہ تم میں سے شہداء کو، اور اللہ نہیں محبت کرتا، ظالموں سے‘‘

مطلب یہ ہے کہ احد وغیرہ کے موقع پر جو مسلمانوں کو زخم، تکلیف اور صدمہ پہنچا، تو اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، کیونکہ مسلمانوں کے علاوہ دوسری قوم، یعنی کافروں کو بھی بدر وغیرہ کے موقع پر اس طرح کے زخم، تکلیف اور صدمہ کا سامنا کرنا پڑ چکا ہے، اور اللہ کی طرف سے لوگوں کے درمیان دن ایک جیسے نہیں رکھے جاتے، بلکہ الٹتے، پلٹتے جاتے رہتے ہیں۔

اور مسلمانوں کو اس طرح کے موقع پر زخم، تکلیف اور صدمہ پہنچنے کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ مومنوں، اور منافقوں کے درمیان امتیاز ہو جائے، اور کچھ مومنوں کو شہادت کے درجہ پر فائز کر کے عظیم الشان اجر وثواب کا مستحق بنائے، اور جو ظالم ہوں گے، یعنی جس طرح کا بھی کسی پر ظلم کرنے والے ہوں گے، جیسا کہ کافروں نے مسلمانوں پر ظلم کیا، تو اللہ ایسے ظالموں سے محبت نہیں رکھتا، جیسا کہ سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ الشوریٰ، رقم الآیۃ ۴۰)

ترجمہ: بے شک وہ (یعنی اللہ) نہیں محبت کرتا ظالموں سے (سورہ شوریٰ)

اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

’’وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ‘‘

’’اور تاکہ چھانٹ لے، اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور مٹا دے کافروں کو‘‘

مطلب یہ ہے کہ مذکورہ زخم، تکلیف اور صدمہ کا ایک مقصد مومنوں کو چھانٹنا، ان کو گناہوں سے پاک وصاف کرنا، اور کافروں کو مٹانا وہلاک کرنا ہے، یا تو ایمان کی توفیق دے کر، یا جہاد، وعذاب وغیرہ کے ذریعہ ہلاک فرما کر، جیسا کہ سورہ آلِ عمران میں آگے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد آتا ہے کہ:

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورۃ آلِ عمران، رقم الآیۃ ۱۵۴)

ترجمہ: اور تاکہ آزمائے اللہ، ان چیزوں کو جو تمہارے دلوں میں ہیں اور اللہ خوب علم

رکھنے والا ہے، سینوں کی باتوں کا(سورہ آلِ عمران)

اورسورہ آلِ عمران میں ہی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی آتا ہے کہ:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ(سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٧٩)

ترجمہ: نہیں ہے اللہ کہ چھوڑ دے مومنوں کو، اس پر کہ ہو تم جس پر، یہاں تک کہ امتیاز کردے وہ، خبیث کا پاکیزہ سے(سورہ آلِ عمران)

اس لئے مومنوں کو اللہ کے راستہ میں پیش آئی ہوئی تکلیفوں وآزمائشوں سے گھبرانا نہیں چاہیے، اور ان پر صبر کر کے امتحان میں کامیابی اور اجر وثواب وحصولِ جنت کا ذریعہ سمجھنا چاہیے۔

اسی لئے سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ“

”کیا گمان کرلیا تم نے یہ کہ داخل ہوجاؤ گے تم جنت میں، حالانکہ ابھی تک نہیں جانا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور نہیں جانا صبر کرنے والوں کو“

مطلب یہ ہے کہ مومنوں کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جنت میں داخلہ آزمائش کے بغیر مل جائے گا، اللہ کو یہ منظور ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے دنیا میں ہی مجاہدین وصابرین وغیرہ کا دوسرے لوگوں سے امتیاز ظاہر ہوجائے، اورآخرت کے فیصلہ سے پہلے دنیا میں ہی انسانوں پر حجت پوری ہوجائے، اگرچہ اللہ کو ہر ایک کی حقیقت کا مکمل علم ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی اس مضمون کا مختلف طریقوں سے ذکر آیا ہے۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گذر چکا ہے کہ:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ(سورة البقرة، رقم الآية ٢١٤)

ترجمہ: کیا گمان کرلیا تم نے کہ داخل ہوجاؤ گے تم جنت میں، حالانکہ ابھی تک نہیں آئی

تمہارے پاس مثال ان لوگوں کی، جو گزر چکے تم سے پہلے، پہنچیں ان کو سختیاں اور تکلیفیں، اور ہِلا دیئے گئے وہ، یہاں تک کہ کہا رسولوں نے اور ان لوگوں نے جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ کہ کب آئے گی اللہ کی نصرت؟ یاد رکھو، بے شک اللہ کی نصرت قریب ہے(سورہ بقرہ)

اور سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورة التوبة،رقم الآية ١٦)

ترجمہ: کیا گمان کرلیا تم نے کہ چھوڑ دیے جاؤ گے تم اور ابھی تک نہیں معلوم کیا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور نہیں بنایا انہوں نے اللہ کے سوا اور نہ اس کے رسول اور مومنوں کے سوا، کوئی دلی دوست، اور اللہ خوب خبردار ہے ان چیزوں سے جو عمل کرتے ہو تم(سورہ توبہ)

اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوْا أَنْ يَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ. وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ (سورة العنكبوت،رقم الآية ١ و ٢)

ترجمہ: کیا گمان کرلیا لوگوں نے کہ چھوڑ دیے جاؤ گے وہ، یہ کہنے پر کہ ایمان لائے ہم، اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا۔ اور یقیناً بلاشبہ آزمایا ہم نے ان لوگوں کو، جو ان سے پہلے تھے، پس ضرور بالضرور جانے گا، اللہ، ان لوگوں کو جو سچے ہیں، اور یقیناً ضرور بالضرور جانے گا وہ(اللہ) جھوٹے لوگوں کو(سورہ عنکبوت)

اور سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ (سورة محمد،رقم الآية ٣١)

ترجمہ:اور یقیناً ضرور بالضرور آزمائیں گے ہم تم کو، یہاں تک کہ جان لیں ہم مجاہدین کو تم میں سے، اور صبر کرنے والوں کو، اور ظاہر کردیں، تمہاری خبروں کو (سورہ محمد)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے دنیا میں بندوں کی آزمائش کی جاتی ہے، اور ان کے اندر کی چیزوں کو عملی شکل میں ظاہر کیا جاتا ہے، تاکہ ہر چیز عملی شکل میں ظاہر ہوجائے، اور بندوں پر حجت تمام ہوجائے، اور پھر آخرت میں اس کے مطابق جزا وسزا پر بندوں کی طرف سے کوئی عذر نہ رہے، ورنہ اللہ کو کسی کے اندر کی بات کو اس لئے معلوم کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں کہ وہ چیز اللہ کے علم میں نہ ہو، جیسا کہ سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (سورة الانبياء، رقم الآية ١١٠)

ترجمہ:اور جانتا ہے وہ، ان چیزوں کو جو چھپاتے ہو تم (سورہ انبیاء)

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث
مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 23)

”الموسوعةُ الفقهيةُ الكويتية“ کا حوالہ

”الموسوعةُ الفقهيةُ الكويتية“ میں ہے:

”یہاں پر برزخ سے مراد وہ آڑ ہے، جو دنیا اور آخرت کے درمیان میں اللہ نے قائم کردی ہے، علماء نے فرمایا کہ برزخ کا ایک تو زمانہ ہے، اور ایک مکان ہے، اور ایک حالت ہے، پس برزخ کا زمانہ موت سے لے کر قیامت تک کا ہے، اور اس کی حالت ارواح ہیں، اور اس کا مکان قبر سے لے کر علیین تک ہے، جو اہلِ سعادت (یعنی نیک وصالح لوگوں) کی روحوں کے لیے ہے، جہاں تک اہلِ شقاوت (یعنی بدعمل وبددین لوگوں) کا تعلق ہے، تو ان کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، بلکہ وہ سجین میں محبوس ہوتی ہیں، اور اللہ کی لعنت سے مقید ہوتی ہیں۔

ابنِ قیم نے فرمایا کہ یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ قبر کا عذاب اور قبر کی نعمت، دراصل برزخ کے عذاب اور برزخ کی نعمت کا نام ہے، جو کہ دنیا اور آخرت کے مابین ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”ومن ورائهم برزخ إلى يوم يبعثون“

اس کے علاوہ علماء کا قبر میں سوال کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ بدن پر واقع ہوتا ہے، یا روح پر واقع ہوتا ہے، یا دونوں پر واقع ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں چار اقوال پائے جاتے ہیں:

پہلا قول جمہور علمائے اہلُ السنۃ کا ہے کہ روح کو جسم، یا اس کے بعض حصے کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اور میت کے اجزاء کا متفرق ہوجانا، اس کے لیے مانع نہیں، کیونکہ اللہ اس

بات پر قادر ہے کہ حیات کو جسم کے کسی جزء کی طرف لوٹادے، جس پر سوال واقع ہو، جیسا کہ اللہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ میت کے تمام اجزاء کو جمع فرمادے''۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۹، ص۲۵۸، مادة"موت")

ہم جمہور اہلُ السنۃ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں، جس کی رُو سے روح کو مکمل جسم، یا اس کے بعض، یا کسی ایک جزء کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جن کا جسم سلامت رہتا ہے، جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام، ان کے تو مکمل جسم کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے، اور جن کے جسم سلامت نہیں رہتے، ان کے بعض، یا کسی ایک جزء کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جیسا کہ ریڑھ کی ہڈی کی دُم کی طرف، اس طرح سے جسم کے کل، یا بعض اجزاء کی طرف روح کے لوٹائے جانے کے دونوں اقوال میں بھی درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں، بعض کے کُل اجزاء کی طرف اور بعض کے بعض اجزاء کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

لیکن کُل، یا بعض اجزاء کی طرف روح کے لوٹائے جانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بدن کے اس ظاہری حصہ پر روح کی نقل وحرکت محسوس ہو اور دکھائی دے، جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد اور تدفین سے پہلے ان کے ظاہری بدن میں حرکات دکھائی نہیں دیتیں، جس کی وجہ وہی ہے کہ یہ سب حالات برزخ اور آڑ میں پیش آتے ہیں، اور عالمِ برزخ وعالمِ غیب کو، عالمِ دنیا اور عالمِ شہادت کی کیفیات پر قیاس کرنا درست نہیں، اور سمجھنے والے کے لئے دنیا میں سوئے ہوئے شخص کے خواب کی حالت سے اس کو سمجھنا مشکل نہیں، جیسا کہ دوسرے مقام پر بیان کردیا گیا ہے۔

''الموسوعةُ الفقهيةُ الكويتية'' کا دوسرا حوالہ

''الموسوعةُ الفقهيةُ الكويتية'' میں ایک مقام پر ہے:

''پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے مرنے کے بعد، قبر میں حیات ہیں، جیسا کہ شہداء، نصِ قرآنی کی رُو سے حیات ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ ''انبیاء اپنی قبروں میں حیات ہیں'' اور جو یہ فرمایا کہ انبیاء

حیات ہیں، یعنی وہ شہداء کی طرح (حیات) ہیں، بلکہ انبیاء افضل ہیں، اور شہداء کے بارے میں نصِ قرآنی میں ''احیاء عند ربھم'' کی تصریح ہے، اور ''عندیۃ'' کی قید کا فائدہ یہ ہے۔ تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ ان کی حیات ہمارے سامنے ظاہر نہیں، جیسا کہ فرشتوں کی حیات ہمارے سامنے ظاہر نہیں۔

اور صحیح مسلم میں ''حدیثِ اسراء'' کے ضمن میں ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسراء کی رات میں کثیبِ احمر'' کے قریب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، جو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے''۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴، ص ۸۳، مادة ''زيارة'')

افسوس کہ جب اللہ تعالیٰ نے ''احیاء عند ربھم'' کی بھی قرآن مجید میں تصریح فرما دی تھی، اور ''لاتشعرون'' کی بھی تصریح فرما دی تھی، تو بعض لوگوں کا قیاس مع الفارق کر کے اور ''رجماً بالغیب'' کا مصداق بن کر، اپنے شعور کو نصوصِ معتبرہ سے آگے بڑھانا، اور اس پر بحث ومباحثہ کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا حوالہ

ہمارے یہاں تعصب وتحزب کی بنا پر حیاتُ النبی کے مسئلے کو دونوں طرف سے بلاوجہ معرکۂ بحث بنا کر اور اس کی کیفیات میں کھود کرید کر کے عام مسلمانوں میں تشویش پیدا کی جاتی ہے، اس سلسلے میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

حیاتُ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مسئلے کو دونوں طرف سے بلاوجہ معرکۂ بحث بنا کر عام مسلمانوں میں تشویش پیدا کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فریقین کو توفیق عطا فرمائے کہ وقت کے اہم مسائل پر غور وفکر کریں، اس مسئلے میں صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو برزخ میں خاص قسم کی حیات نصیب ہوتی ہے، جس کا اثر بدن تک پہنچتا ہے، کہ بدن بھی مٹی سے متاثر نہیں ہوتا، باقی اس کی حقیقت اور کیفیت کی بحث، نہ اللہ اور رسول نے اس کی تحقیق کرنے کا حکم دیا، نہ ہمارے ذمّہ ہے، نہ اس میں بحث کرنا

کوئی دین کی خدمت ہے۔واللہ اعلم ۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔دارالعلوم کراچی

۱۳۸۲/۶/۸ھ۔(فتوی نمبر۱۳/۳۵)

(امداد المفتیین جامع، جلد ا،ص۳۸۹، کتاب الایمان والعقائد، باب العقائد، فصل فیما یتعلق بحیاۃ الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: اگست 2018)

ہم مذکورہ مسئلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا معتدل اور جامع موقف کو ہی اختیار کرتے ہیں،اوراس سلسلہ میں فریقین کی افراط وتفریط کو پسند نہیں کرتے ،اوراس مسئلہ پر مذکورہ عقیدہ رکھنے کے بعداس کی کیفیت میں عوامی سطح پر بحث ومباحث کرنے اورایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور مناظرہ بازی ، بلکہ کفر بازاری گرم کرنے کے بجائے، وقت کے اہم مسائل پر غور وفکر کو ترجیح دیتے ہیں، البتہ علمی اعتبار سے کسی مسئلہ کی تحقیق کی ضرورت ہو،تو اس کو سنجیدہ اورمہذب انداز میں افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کے ساتھ واضح کرنے میں حرج نہیں، لیکن آج کل ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔

بعض مشائخِ دیوبند نے متعدداُن مسائل کوبھی **مجتهد فیها** قرار دیا ہے،اوران میں اختلاف کی گنجائش بیان فرمائی ہے، جورسالہ ''**المهند علی المفند**''المعروف ''علمائے دیوبند کے عقائد'' میں مذکور ہیں،اوران پر بہت سے مشائخِ دیوبند کی تصدیقات ثبت ہیں۔

چنانچہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک مقام پردرجِ ذیل سوال وجواب مذکور ہے:

سوال :''علمائے دیوبند کے عقائد'' کتاب پڑھنے کا موقع ملا،ایک جگہ سمجھ میں نہیں آئی ہے،امید ہے حضرت والا تشفی فرمائیں گے۔وہ حصہ جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر مدفون ہے، وہ عرش وکرسی اور کعبہ سے بھی افضل ہے،کیا یہ عقیدہ شرعاً صحیح ہے؟ کتاب ارسالِ خدمت ہے۔

جواب : گرامی نامہ مع رسالہ ''**المهند**'' موصول ہوا،ص:۶ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اَطہر کے بارے میں جولکھا ہے، نہ تو وہ عقیدے کا جزء ہے، نہ اس پر ایمان لانا

ضروری ہے۔

(مذکورہ بالاموقف کے حامل-ناقل) فقہاء کا استدلال قیاس کے ذریعہ ہے،اوروجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جوقرب بیت اللہ،عرش وکرسی کوحاصل ہے،وہ قربِ اتصال تو ہے نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت سے پاک ہے، بلکہ قربِ معنوی اور حکمی ہے،اور یہ قرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوتمام مخلوقات سے زیادہ حاصل ہے،انہیں مخلوقات میں سے بیت اللہ،عرش اورکرسی بھی ہے۔

بہرحال یہ ایک قیاسی حکم ہے،اگرکسی کادل اس پرمطمئن نہیں،تواس کاماننالازم نہیں۔

واللہ اعلم۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔دارالعلوم کراچی۔۲۹/۴/۱۳۸۶ھ۔(فتوی نمبر۹۹/۱۷)

(امداد المفتیین جامع، جلد۱،ص۳۸۲،کتاب الایمان والعقائد، باب العقائد، فصل فیما یتعلق بالرسول و اصحابہ،مطبوعہ:ادارۃ المعارف کراچی،طبع جدید:اگست2018) (جاری ہے..........)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

یزید پر لعنت

(10- محرم الحرام- 1444ھ)

کسی پر لعنت بھیجنے کا معاملہ بہت احتیاط پر مبنی ہے، اسی بناء پر بہت سے حضرات نے یزید پر لعنت سے اجتناب کیا، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزیہ میں ''امام احمد بن حنبل'' اور'' علامہ کیا ہراسی'' سے یزید پر لعنت کا جواز نقل کیا ہے، شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی ''اشعۃ اللمعات'' شرح مشکوٰۃ میں جگہ جگہ یزید پلید لکھا ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ کا مسلک سکوت وتوقف ہے، حضرت گنگوہی نے بھی فتاویٰ رشیدیہ میں لعنت کرنے سے منع کیا ہے، جس کا مبنیٰ توقف ہی ہے۔امام غزالی نے اپنی تصنیف ''احیاءُ العلوم ''میں لکھا ہے کہ یزید وحجاج، حتیٰ کہ ابلیس پر لعنت کرنے سے کیا فائدہ؟ سبحان اللہ ،الحمد للہ کہا جائے، تو اس میں فائدہ ہے'' (ملفوظات فقیہ الامت ج ا،ص ۳۴، مسائلِ فقہیہ، مکتبہ: دار الایمان سہارن پور، یو پی، انڈیا، سنِ اشاعت ۲۰۰۲ء)

نفل نماز با جماعت

(200- محرم الحرام- 1444ھ)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ، اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

حضرت مدنی کے یہاں تہجد کی نماز میں توسع تھا، بڑی جماعت ہوجاتی تھی، اسی طرح تراویح کے بعد، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، اپنے ایک شاگرد کو لے کر کھڑے

ہوجاتے تھے،ان کے پیچھے نوافل میں ایک بڑی جماعت ہوجاتی تھی،اُدھر مولانا اسعد صاحب،اپنے بھائی مولانا ارشد صاحب کو لے کر کھڑے ہوجاتے تھے،ان کے پیچھے ایک بڑی جماعت ہوجاتی تھی،خود مسجدِ نبوی میں امام صاحب تہجد میں سناتے تھے،حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”إِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ أَنَّکَ تَقُومُ أَدْنَی مِنْ ثُلُثَیِ اللَّیْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِینَ مَعَکَ“

اس لئے تہجد کا جماعت سے پڑھنا ثابت ہے،جس چیز کو قرآن پاک بیان کررہا ہے، اس کو تو مستقلاً مانا جائے گا(ملفوظات فقیہ الامت،جلداول،ص ۱۱۵،ما یتعلق بالقرآن،ناشر:دارالہدیٰ :اردو بازار،کراچی،تاریخِ اشاعت:ستمبر ۲۰۰۵ء)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور بعض دیگر اکابر حضرات نفل نماز باجماعت،اور بالخصوص تہجد کی نماز باجماعت اداء کرنے میں توسع کے قائل تھے،اور اس پر عمل کیا کرتے تھے،جبکہ یہ طرزِ عمل مشائخِ حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق مکروہ تھا،لیکن اس کے باوجود دیگر علمائے اکابر نے اس طرزِ عمل پر اس طرح نکیر نہیں کی،جس طرح آج کل کے حضرات نکیر کرتے ہیں،کیونکہ ان کا علم وسیع تھا،اور وہ جانتے تھے کہ یہ مسئلہ فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کے نزدیک اختلافی واجتہادی ہے،جس کے بارے میں دوسرے فقہاء ومجتہدین کے پاس بھی شرعی وفقہی دلائل ہیں،اور اس طرح کے مسائل پر نکیر نہیں کی جایا کرتی،اور آج کل جو حضرات نکیر کرتے ہیں،ان کی نظر محض اپنے فقہ پر ہوتی ہے،جس کی بناء پر وہ اس قسم کے مسائل میں دوسرے پر نکیر،یا سختی کرتے ہیں۔

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل واحکام (وحقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی سال کے تیسرے مہینے ”ربیع الاول“ سے متعلق فضائل ومسائل ،احکامات وہدایات،منکرات ورسومات،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی تفصیل وتشریح

مؤلف:مفتی محمد رضوان خان

مقالات و مضامین مولانا شعیب احمد

عمل کی رُوح سے خالی علم...!

موجودہ دور معلومات کا دور ہے۔ معلومات کا ایک سمندر ہے جو اُمڈ آیا ہے۔ کسی بھی معاملہ میں معلومات چاہیے ہوں تو سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ سے لے کر کتابوں اور رسالوں تک ہر جگہ وافر مقدار میں مواد مل جاتا ہے۔ معلومات تک رسائی ہونے اور معلومات کے زیادہ ہو جانے کو بعض لوگ علم سمجھ بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ معلومات کا زیادہ ہونا اور بات ہے جبکہ حقیقی علم سے روشناس ہونا الگ معاملہ ہے۔ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ:

"إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" (سورة فاطر ، رقم الآية : ٢٨)

"یقیناً اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں" (فاطر)

مذکورہ آیتِ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ علمِ حقیقی کا ثمرہ اور نتیجہ خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی ہے۔ یعنی جو شخص صحیح معنوں میں عالم ہوگا اس میں خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی کے اوصاف پائے جائیں گے۔ لیکن جو شخص اسلامی علوم تو پڑھا ہوا ہو یا دینی معلومات تو خوب رکھتا ہو لیکن اس کی عملی زندگی میں خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی کے آثار ظاہر نہ ہوں تو ایسا شخص علمِ حقیقی کے ثمرہ سے محروم ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ علم زیادہ (علمی و تحقیقی) باتیں کرنے (یا مقالے لکھ دینے) کا نام نہیں، بلکہ علم تو خشیت کا نام ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ عالم اسے قرار دیتے تھے جو خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی کا حامل ہو۔ [۱]

حضرت ربیع بن انس فرماتے تھے کہ:

جو شخص اللہ سے نہیں ڈرتا تو وہ (صحیح معنوں میں) عالم نہیں اور مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

---

[۱] "قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ: لَيْسَ الْعِلْمَ مِنْ كَثْرَةِ الْحَدِيثِ، وَلٰكِنَّ الْعِلْمَ مِنَ الْخَشْيَةِ" (المعجم الكبير للطبرانی ، رقم الرواية: ٨٥٣٤)

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما "إنما يخشى الله من عباده العلماء" قال: من خشی اللّٰہ فهو عالم" (سنن الدارمی ، رقم الرواية : ٣٤٥ ، باب فی فضل العلم والعالم)

www.idaraghufran.org

عالم تو حقیقت میں وہی ہے جو اللہ عزوجل کی خشیت رکھتا ہو۔ [1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقی عالم وہی شخص ہوتا ہے جس کے دل میں خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی ہو، جو علم کو برائے علم نہ سمجھتا ہو بلکہ علم کو برائے عمل سمجھتا ہو۔ محض کتابی علم پڑھ لینے، علمی کام کر لینے اور تحقیقی مقالے لکھ دینے سے کوئی صحیح معنوں میں عالم نہیں بن جاتا، خواہ عوام الناس اس کو عالم کہتی یا سمجھتی ہو۔ جیسے کوئی غریب و نادار شخص لوگوں میں سیٹھ کے لقب سے مشہور ہو جائے تو وہ حقیقت میں سیٹھ نہیں بن جاتا یا کسی لاغر انسان کو لوگ پہلوان کہنا شروع کر دیں تو وہ حقیقت میں پہلوان نہیں ہو جاتا، ایسے ہی خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی سے عاری شخص کو خواہ کتنے ہی لوگ عالم کہیں لیکن وہ حقیقی عالم شمار نہ ہوگا۔ مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

خشیۃ اللہ را نشانِ علم داں　　　　آیت ''یخشی اللّٰہ'' در قرآن بخواں

ترجمہ: ''اللہ کی خشیت کو علم کا ایک نشان جانو۔ قرآن میں موجود آیتِ ''یخشی اللّٰہ'' کو پڑھو''

ایک بزرگ عالم فرماتے تھے کہ جیسے ایک مسافر ریل میں سفر کرتے ہوئے بار بار کھڑکی سے جھانک کر دیکھتا ہے کہ اب کون سا اسٹیشن آیا، اگر راستے میں وہی اسٹیشن آرہے ہوں جو اس کی منزل میں آیا کرتے ہیں تو وہ مطمئن رہتا ہے کہ میرا سفر صحیح سمت میں جاری ہے۔ لیکن اگر راستہ میں ایسے اجنبی اسٹیشن آنے لگیں جو اس کی منزل کی راہ میں نہیں آتے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ گاڑی کسی اور سمت میں جارہی ہے اور پریشان ہو کر گاڑی بدلنے کی فکر کرتا ہے۔ اسی طرح راہِ علم کے مسافر کو اپنے دل میں جھانک کر دیکھتے رہنا چاہیے کہ خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی کے اسٹیشن آرہے ہیں یا نہیں؟ اگر تو دل میں خوفِ خدا اور خشیت کے آثار محسوس ہوں تو اطمینان کی بات ہے کہ علم کا سفر درست سمت میں طے ہو رہا ہے۔ لیکن اگر دل کے اسٹیشن میں خشیت، خوفِ خدا، تقویٰ اور للّٰہیت کے بجائے حبِ جاہ، عجب، کبر اور خود پسندی کے اسٹیشن آرہے ہوں تو پھر فکر کی بات ہے کیونکہ یہ سفر علم کی اُس منزل تک نہیں پہنچائے گا جو اللہ اور رسول کی نظر میں محمود و مطلوب ہے۔

---

[1] ''وقال الربيع بن أنس: من لم يخش الله تعالى فليس بعالم. وقال مجاهد: إنما العالم من خشي الله عز وجل. وعن ابن مسعود: كفى بخشية الله تعالى علما وبالاغترار جهل: وقيل لسعد ابن إبراهيم: من أفقه أهل المدينة؟ قال أتقاهم لربه عز وجل. وعن مجاهد قال: إنما الفقيه من يخاف الله عز وجل'' (تفسير القرطبی، ج ۱۴ ص ۳۴۳، سورة فاطر، تحت رقم الآية: ۲۸)

www.idaraghufran.org

واقعہ دراصل یہ ہے کہ عمل کے بغیر نِرا علم کسی فائدہ کا نہیں ہوتا۔محض کتابی علم،معلومات کی فراوانی، خطابت کی روانی اور وسعتِ مطالعہ فقط خول ہی خول ہے، جب تک انسان میں خشیت پیدا نہ ہو اور اس میں عمل کی روح بیدار نہ ہو۔اس نِرے علم اور خالی خولی معلومات سے اگر کسی کو فائدہ ہوا کرتا تو مستشرقین کبھی اس فائدہ سے محروم نہ رہتے ۔حالانکہ مستشرقین وہ لوگ ہیں جو مختلف علومِ اسلامی مثلاً قرآن وسنت، سیرتِ نبوی، فقہِ اسلامی اور اخلاق وتصوف کی تحقیقات میں اس قدر آگے ہیں کہ بہت سے مسلمان اہلِ علم حضرات سے بھی زیادہ معلومات رکھتے ہیں۔لیکن اس علم وتحقیق کا ان کے دل ودماغ پر کوئی انقلاب انگیز اثر عموماً نہیں ہوتا اور وہ اپنے باطل افکار اور کفریہ نظریات کو نہیں چھوڑتے۔ظاہر ہے ایسا علم کس کام کا جو انسان کو خدا ہی سے روشناس نہ کرا سکے اور ایمان ویقین کی دولت نہ بخش سکے۔ایسا علم اور تحقیقات دوکوڑی کی بھی نہیں جو انسان کی عملی زندگی اور اخلاقی حالت سدھارنے میں ناکام ثابت ہو۔

بعض لوگ محض اپنے علم اور اپنے تحقیقی کام پر بہت نازاں رہتے ہیں اور اسی کو فضیلت و برتری کا پیمانہ سمجھ بیٹھتے ہیں، ایسے لوگوں کو قرآن مجید میں مذکور اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے جس میں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جسے آیاتِ الٰہی کا علم دیا گیا تھا لیکن وہ اسے پسِ پشت ڈال کر اپنی حرص وہوس کی پیروی میں لگ گیا اور گمراہی کے راستے پہ جا پڑا، خدا نے اُس شخص کو کتے سے تشبیہ دی ہے۔ یہ واقعہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر 175 و 176 میں مذکور ہے، تفصیلات اس کی کتبِ تفاسیر میں موجود ہیں، جس کی تشریح کا یہ موقع نہیں۔تاہم اہلِ فکر کے لیے اس قصہ میں عبرت و نصیحت کا سامان ہے کہ وہ شخص کتنا علم رکھتا ہوگا جس کے متعلق خدا نے کہا کہ''اٰتَیۡنٰـہُ اٰیٰتِنَا ''یعنی ''ہم نے اسے اپنی آیات دی تھیں'' لیکن علمِ آیاتِ الٰہی کے باوجود بھی وہ شخص گمراہ ہوگیا اور اس کی بدعملی اس کو لے ڈوبی۔ پتا یہ چلا کہ انجام بالخیر اور خدا کے نزدیک مقبولیت کے لیے نِرا علم اور فقط تحقیقات کافی نہیں ہوا کرتیں۔لہٰذا کسی بھی عالم کو اپنے علمی کام یا تحقیقی کاوشوں پر ناز اور گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک اپنی عملی اور اخلاقی حالت نہیں سدھرتی اس وقت تک اپنے علمی وتحقیقی کام کا کامل اُخروی فائدہ انسان کو نہیں پہنچ سکتا۔

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط 31) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (نواں حصہ)

شیخ یحییٰ مصمودی اور موطاء امام مالک کی روایت

(گزشتہ سے پیوستہ) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''بستانُ المحد ثین'' میں فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے ان کے زمانہ میں تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطأ کو سماعت کر کے جمع کیا، چنانچہ اس کے بہت سے نسخے ہیں، اور لوگوں کے طبقہ محدثین اور صوفیاء اور امراء اور خلفاء نے تبرکاً اس عالی مقام امام سے اس کی سند حاصل کی، آج کل ملک عرب میں ان کثیر نسخوں میں سے چند نسخے پائے جاتے ہیں، پہلا نسخہ جس کا سب سے زیادہ رواج اور جو سب سے زیادہ مشہور ہے، اور طائفہ علماء کا مخدوم بھی یہی نسخہ ہے، وہ ''یحییٰ مصمودی'' کا نسخہ ہے، بلکہ مصمودی کی روایت کو بالاتفاق معتبر ترین اور مقبول ترین قرار دیا جاتا ہے، اس کی شہرت کا اندازہ لگانے کے لیے اس بات کا ذکر کافی ہے کہ آج مؤطا کا نام ذہن میں آتے ہی اس سے مراد نسخہ مصمودی ہوتا ہے، شیخ یحییٰ اپنی گوناگوں صلاحیتوں کی بنا پر امام مالک رحمہ اللہ کے محبوب ترین تلامذہ میں تھے، اندلس میں مالکی مذہب کا چرچا ان ہی کی وجہ سے ہوا (بستان المحدثین، ملخصاً، ص ۲۱)

موطاء کی پہلی روایت

شیخ یحییٰ مصمودی کے امام مالک سے روایت کردہ اس نسخے میں جو سب سے پہلی روایت ہے، اس کے شروع میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور اس کے بعد ''وقوتُ الصلاۃ '' کا عنوان قائم کیا، جس کا مطلب یہ ہے اس باب میں ہم ایسی حدیث بیان کریں گے، جس سے نماز کے اوقات معلوم ہوں، اور پھر اس کے بعد نمازوں کے اوقات سے متعلق ایک مشہور حدیث ''حدیثِ جبریل'' ذکر کی گئی ہے، جو کہ ایک مشہور اور وقوت الصلاۃ سے متعلق صحیح روایت ہے، جس کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے امام مالک کی سند سے روایت کیا ہے۔

www.idaraghufran.org

یحیی، عن مالک بن أنس، عن ابن شهاب، أن عمر بن عبد العزیز أخر الصلاۃ یوما، فدخل علیه ....(موطاء امام مالک،وقوت الصلاۃ)

حق گوئی وبے باکی

شیخ یحییٰ مصمودی اندلسی فقہ وفتاویٰ میں اپنی رائے کا اظہار برملا کرتے تھے،اوراس میں کسی کے رعب ودبدبہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ دربار شاہی بھی انہیں مرعوب نہ کرسکا،ایک مرتبہ اندلس کے حاکم ''عبدالرحمٰن بن حکم الاموی'' نے ماہِ رمضان میں اپنی ایک محبوب لونڈی سے صحبت کرلی،امیر میں چونکہ دین کا احساس باقی تھا،اس لیے اپنی اس حرکت پراسے شرمندگی ہوئی،اور کفارۂ معصیت ادا کرنے کی فکر لاحق ہوئی،اس نے شہر کے تمام فقہاء کواپنے محل میں طلب کرکے کفارۂ صوم کا مسئلہ دریافت کیا،چنانچہ شیخ یحییٰ مصمودی نے پوری جرائت اور بے باکی کے ساتھ فرمایا کہ امیر حاکم کو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنے چاہئیں،شیخ یحییٰ کی جلالتِ شان کی وجہ سے وہاں کسی فقیہ نے ان سے اختلاف نہ کیا،لیکن دربار سے واپس آنے کے بعد بعض لوگوں نے عرض کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ تو اس مسئلہ میں خیار کے قائل ہیں،یعنی ان کے نزدیک کفارۂ صوم میں روزہ دار کواختیار ہے،چاہے غلام آزاد کرے،یا ساٹھ(60)مسکینوں کوکھانا کھلائے،یادوماہ کے مسلسل روزے رکھے،پھرآپ نے دوماہ کے روزوں پر ہی کیوں اصرار کیا؟ یہ سن کر شیخ یحییٰ نے بڑا حکیمانہ جواب دیا''**لو فتحنا له هذا الباب، لسهل علیه أن یطأ کل یوم، ویعتق رقبة، فحملته علی أصعب الأمور لئلا یعود**'' کہ اگر میں اس مسئلہ میں امیروقت پرآسانی کا دروازہ کھول دیتا،تو اس کے لیے بہت آسان ہوگا کہ وہ روزانہ صحبت کرلے،اور کفارہ میں کوئی غلام آزادکردے،لیکن میں نے اس مسئلہ میں ان کے لیے گنجائش والا پہلو اختیارنہیں کیا،تاکہ وہ دوبارہ ایسا نہ کرے''۔(سیر اعلام النبلاء، ج۱۰، ص ۵۲۱، تحت الترجمة: یحیی بن یحیی بن کثیر)

علم وفضل وجامعیت

شیخ یحییٰ مصمودی کی شخصیت مختلف علمی اخلاقی اورروحانی کمالات کا مجموعہ تھی، ان کے تبحر علمی اورجامعیت کوتمام محققین نے خراج تحسین پیش کیا ہے،چنانچہ ابنِ عماد حنبلی فرماتے ہیں''وکان

إماما كثير العلم، كبير القدر، وافر الحرمة، كامل العقل، خيّر النفس كثير العبادة والفضل ‘‘کہ وہ کثیرالعلم، عظیم المرتبت اور نہایت ہی محترم امام تھے، کامل العقل، اچھے اور نیک نفس انسان اور زیادہ عبادت کرنے والے تھے’’۔

(شذرات الذهب في أخبار من ذهب، ج۳، ص ۱۶۰)

اور ابنِ عبدالبر فرماتے ہیں’’ **لم يعط أحد من أهل العلم بالأندلس منذ دخلها الإسلام من الحظوة وعظم القدر وجلالة الذكر ما أعطيه يحيى بن يحيى** ‘‘کہ جب سے اندلس میں اسلام داخل ہوا، یہاں کے علماء میں سے کسی کو وہ جاہ وجلال اور عظمت وبرتری حاصل نہیں ہوئی، جتنی یحییٰ بن یحییٰ (مصمودی) کو حاصل ہوئی’’۔

(الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ، لابن عبدالبر، ص ۶۰، تحت الترجمة: يحيى ين يحيى الأندلسي)

جلالتِ شان

شیخ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کو علمِ حدیث وفقہ کی وجہ سے جو وجاہت حاصل تھی، اس کے علاوہ ریاستِ ظاہری اور بادشاہوں کا تقرب اور امیروں کی نظروں میں بھی ان کو امتیاز وعزت پوری طرح حاصل تھی، اور ان کی دین داری اور پرہیزگاری کے اعتبار سے بھی اس جماعت والے ان کو نہایت مکرم و معظم جانتے تھے، اور اپنی گوناگوں علمی صلاحیتوں وکمالات کی بناء پر عوام وخواص میں غیر معمولی عزت واحترام سے دیکھے جاتے تھے، حکومت کی جانب سے ان کو بارہا منصبِ قضاء کی پیشکش کی گئی، مگر آپ نے پوری شانِ استغناء کے ساتھ اسے قبول نہیں کیا، جس کی وجہ سے ان کی عزت اور مرتبہ میں دوچند اضافہ ہوگیا، حتیٰ کہ سلطان وقت کی نگاہ میں ان کا مرتبہ اس درجہ بلند ہوگیا کہ ان کے مشورہ کے بغیر ملک کا کوئی اہم معاملہ انجام نہیں پاتا تھا، یہاں تک کہ گورنروں کے عزل ونصب میں بھی ان کی رائے کو مقدم رکھا جاتا تھا (بستان المحدثین، ملخصاً، ص ۲۷)

ابن القوطیہ کا بیان ہے کہ یحییٰ اپنے بےلاگ عدل وانصاف کی وجہ سے اندلس کے بادشاہوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، یہاں تک کہ جب تک وہ زندہ رہے، اندلس میں کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہیں ہوتا تھا۔

(افتتاح الاندلس، ص ۷۵، من اخبار عبدالرحمن بن الحكم)

www.idaraghufran.org

چنانچہ علامہ ابنِ حزم اندلسی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مذہبوں کو ریاست و سلطنت کے سبب سے دنیا میں زیادہ رواج وعروج حاصل ہوا، چنانچہ قاضی ابو یوسف جو کہ اپنے وقت کے چیف جسٹس تھے کہ جن کے ہاتھ میں تمام ملکوں کی قضاء تھی، جب بھی کسی ملک میں کسی شخص کو قاضی بنا کر بھیجتے تھے، تو ان سے یہ شرط کرلیا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق حکم اور عمل کرے، علیٰ ہذا اندلس میں شیخ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کو بادشاہانِ وقت کے درباروں میں اس قدر جاہ ومرتبہ حاصل تھا کہ کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہیں کیا جاتا تھا، چنانچہ وہ عہدوں پر تقرری کے لیے انہیں علماء کو ترجیح دیتے تھے، جو امام مالک کے مسلک کے پابند ہوتے تھے

(نفح الطیب، لشھاب الدین أحمد بن محمد المقری التلمسانی، ج ۲، ص ۱۰، القسم الاول، الباب الرابع)

تاہم مغربی ممالک و واندلس وغیرہ میں امام مالک کے مذہب کو زیادہ رواج پانے کا سبب جمہور مؤرخین یہ بیان کرتے ہیں کہ اس شہر کے علماء زیارت وحج کے لیے اکثر حرمین شریفین کا سفر اختیار کرتے تھے اور جب اپنے وطنوں کو واپس آتے تھے، امام مالک کی فضیلت، بزرگی اور وسعتِ علم کا گہرا نقش انکے دلوں پر منقش ہوکر اپنا یہ اثر دکھاتا تھا کہ امام مالک رحمہ کی اس جلالتِ قدر اور رفعتِ شان کو، جس کا انہوں نے وہاں بچشم خود مشاہدہ اور معائنہ کیا تھا، اور امام مالک کے ان کمالاتِ علمی وعملی کہ جس نے ان کے دل منور کردیے تھے، اپنے شہروں میں اپنے اپنے احباب کے جلسوں میں کثرت کے ساتھ تذکرے تھے، یہ وہ وجوہات تھیں کہ جن کے باعث امام صاحب رحمہ اللہ کی تعظیم وتکریم کا سلہ ان کے دلوں میں راسخ و منطبق ہوجاتا تھا، اور یہ سبب تھا کہ جو ان شہر والوں کو امام صاحب کا مقلد بننے اور ان کی آراء واقوال پر عمل کرنے پر مجبور کردیتا تھا، اور جس کو یہ لوگ اپنے لیے باعث فخر ومباہات سمجھتے تھے، ورنہ اس سے پہلے سب کے سب امام اوزاعی رحمہ اللہ کے پیرو تھے۔

(نفح الطیب، لشھاب الدین أحمد بن محمد المقری التلمسانی، ج ۳، ص ۲۳۰، القسم الاول، الباب السابع)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے جس قدر یحییٰ بن یحییٰ کو اندلس میں عظمتِ شان، قول کی قبولیت، حکم کی اطاعت عطاء فرمائی تھی، علمائے اندلس کے کسی عالم کو ایسی نصیب نہ ہوئی۔

وذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم

(جاری ہے............)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 81) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی گورنروں کی تقرری (قسط 9)

گورنروں کے حقوق (دوسرا حصہ)

اجتہاد میں گورنر کا حق:

شریعت میں بسا اوقات کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں، کہ جن کی شرع میں تحدید اور تعیین نہیں ہوتی، بلکہ حالات اور واقعات کی مناسبت سے ان کو امراء کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ ایک خلیفہ اور امیر کی طرف سے ملک اور سلطنت کے مختلف علاقوں میں جو گورنر مقرر ہوتے ہیں، ان کو اس طرح کے احکامات میں اجتہاد کا حق حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں شام کے علاقے میں ایک گورنر نے پیدل اور سوار مجاہدین کے حصوں کی تقسیم میں اجتہاد کیا، جس کی آپ رضی اللہ عنہ نے اجازت دی۔

گورنر کے مؤقف کی تائید کرنا:

کسی اچھے اور نیک مؤقف میں گورنر کی تائید کرنا بھی اس کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جب کبھی گورنر کے کسی اچھے مؤقف یا فیصلے کو دیکھتے جو اس نے لیا ہوتا، تو اس کی نہ صرف خود تائید کرتے تھے، بلکہ عام رعایا کو بھی اس بات کی تلقین کرتے تھے کہ وہ گورنروں کے اس مؤقف کی تائید کریں، تاکہ رعایا اور گورنر کے مابین ہم آہنگی رہے، اور کسی قسم کی امن کے خلاف کوئی صورتِ حال پیدا نہ ہو۔ [1]

---

[1] إذا كان موقفه للمصلحة العامة وتلزم المعاونة بالدرجة الأولى من قبل الخليفة، فقد كان عمر رضى الله عنه حريصا على هذا المعنى كل الحرص حيث كان يولى عناية خاصة لاحترام الناس لولاتهم وتقديرهم لهم ويبذل فى ذلک مختلف الأسباب (فكان عمر على شدة ما فيه مع عماله إذا أحس باعتداء أو شبه اعتداء وقع على أحدهم يشتد على المعتدين فى تلک الناحية ليبقى للعامل هيبة توقره فى الصدور ومهابة يلجم بها العامة والخاص (فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ص ٣٣٢ الفصل الخامس، المبحث الثانى)

www.idaraghufran.org

گورنروں کی معزولی کے بعد ان کا احترام:

عمومی طور پر انسان کا مزاج اور طبیعت اس شخصیت کی جانب مائل نہیں ہوتی، جس کے ساتھ ماضی میں کسی بھی وجہ سے اس کے تعلقات خراب ہو چکے ہوں، مگر سلطنتی امور میں دراڑ اسی وقت پڑتی ہے، جب کسی معزول شدہ گورنر کے ساتھ تعلقات کو مزید بگاڑا جائے۔اس طرح وہ معزول شدہ گورنر شر پسند عناصر کے ساتھ مل کر سلطنتی امور میں بگاڑ پیدا کر سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی فراست سے اس چیز کی جڑ کاٹتے ہوئے اس چیز کی بنیاد ڈالی کہ معزول شدہ گورنر کا احترام کیا جائے۔کیونکہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے شرحبیل بن حسنہ کو اردن کی گورنری سے معزول کیا، تو لوگوں کو ان کی معزولی کی وجہ بتلائی، اور حضرت شرحبیل نے جب یہ سوال کیا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ نے کسی ناراضگی کی وجہ سے مجھے معزول کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ کا جواب تھا کہ نہیں، تم مجھے پسند ہو، بلکہ میں ایسے شخص کو چاہتا ہوں، جو زیادہ طاقتور اور مضبوط ہو۔

دوسری مثال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کرنے کی ہے۔بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے، کہ کوفہ کے لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کی نماز میں عیب نکالنا شروع کر دیئے تھے، چہ جائیکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نماز کا طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح ہی تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے بھی معزول کیا کہ جاہل عوام کی ان باتوں کی وجہ سے حضرت سعد کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ تمام اقدام، محض اقدام نہ تھے، بلکہ یہ وہ بنیاد تھی، اور وہ بیج تھا، جو بعد میں پھل پھول کر آنے والے گورنروں کے حقوق کے لیے سایہ دار پودا تھا، جس نے سلطنتی امور میں گورنروں وسایہ اور عام رعایا کو اس کا ثمرہ عطاء کیا۔

اسلامی ناموں کی فہرست

اسلامی ناموں اور کنیت، لقب اور نسبت ونسب سے متعلق شرعی وفقہی احکام، اور بچوں وبچیوں کے معتبر اسلامی ناموں کی فہرست، ناموں کا اصل تلفظ اور ان ناموں کے معانی اور نسبت

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

www.idaraghufran.org

پیارے بچو!　مولانا محمد ریحان

برسات

پیارے بچو! برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ بارشوں کا موسم تھا۔ اس سال گرمی بہت زیادہ پڑی تھی۔ اور محکمہ موسمیات کی طرف سے بھی الرٹ جاری کیا گیا تھا کہ اس سال گرمی بہت زیادہ پڑنے والی ہے۔ گرمی کی تپش کا یہ حال تھا کہ گھر سے باہر کسی کام کے لیے نکلتے تو گھر واپس جھلس کر ہی آیا جاتا۔ یہ تو شہری لوگوں کا حال تھا۔

ذرا دیہات کی طرف دیکھا جائے، تو گاؤں میں سارا سارا دن کڑی دھوپ میں سوچو کسان کیسے پورا دن گزارتا ہوگا؟ کیسے وہ صبح سویرے ایک کپ کڑک چائے کے ساتھ صرف ایک روٹی چائے کی پیالی میں ایک ایک نوالہ ڈُبا کر کھاتے ہوئے اپنے کام کو چلتا ہوگا؟ کیسے وہ کھیت میں پہنچ کر دن دھاڑے بغیر کسی سائے اور چھاؤں کے کھیتوں میں محنت کرتا ہوگا، اس کا نہ کوئی ٹھکانا، نہ کوئی بھوک پیاس کا حال۔ بس اس کی ایک ہی فکر ہے، کسی طرح کام ختم ہو، شام ہو، اور میں گھر جاؤں۔

شام کو ایک عدد روٹی کھا کر وہ پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، اور گہری نیند سو جاتا ہے۔

مگر اس مرتبہ ہوا یوں کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے پانی کے آبخارات بننے کا سلسلہ زیادہ ہوا۔ جب سورج کی گرمی زیادہ ہوتی ہے، تو یہی گرمی سمندر کے پانی پر پڑتی ہے۔ یوں سمندر کے پانی میں آبخارات بنتے ہیں۔ وہ سٹیم اور آبخارات اوپر آسمان کی طرف جاتے ہیں، اور پھر وہی آبخارات بادلوں کی صورت میں بارش برساتے ہیں۔

اس مرتبہ آبخارات اور سٹیم بننے کا سلسلہ گرمی کی وجہ سے زیادہ ہوا، تو بارشوں کے امکان بھی زیادہ تھے۔ اب ہمارے ملک میں نالیاں بھی اتنی اچھی نہیں، اور زیادہ پانی آجائے، تو اس کے ٹھکانے لگانے کا بندوبست بھی نہیں ہے۔ یہاں تو بڑے لوگوں کو بس یہی فکر سوار رہتی ہے کہ کسی طرح بڑی کرسی پر آجائیں، بڑی کرسی پر آنے کے بعد اب وہ دیہاتی اور پسماندہ علاقوں کو تو گویا بھول ہی گئے ہوں۔

www.idaraghufran.org

ہوا یوں کہ برساتی موسم شروع تھا۔ گوگل پر بھی موسم کا کچھ پتا نہ چلتا تھا کہ کل کیا موسم ہونے والا ہے۔ ایک دن اتنی بارش ہوئی کہ ہمارے گھر کے سامنے پانی کھڑا نہ ہوتا تھا۔ مگر اس بار اتنا پانی کھڑا ہوا کہ بس اندر آتے آتے بچت ہوگئی۔ یہ دیکھ کر مجھے بھی تھوڑا سا تعجب اور حیرانگی اور پریشانی ہوئی کہ یہاں یہ حال ہے، تو دور دراز کے علاقوں کا کیا حال ہوگا؟

خیر بعد میں پتا چلا کہ پنجاب کے اور بلوچستان کے علاقوں کا برا حال ہے، لوگ گھر سے بے گھر ہوگئے۔ لوگوں کے جانور، مویشی پانی بہا کر لے گیا، گھر ڈھے گئے۔ اب حال یہ تھا کہ لوگوں کے پاس نہ تو پہننے کے کپڑے تھے، زمین کے سخت سنگریزوں سے اپنی پاؤں بچانے کو جوتیاں بھی نہ تھیں، رات کو سخت زمین پر سکون سے سونے کو بستر بھی نہ تھے۔ اب وہ کہاں جائیں۔ کیا اور کہاں پکائیں اور کھائیں۔ گھر گھر نہ رہا۔ اب ایک گھر ہی تو تھا جہاں سر چھپاتے تھے۔ کھانا پکاتے تھے۔ کھاتے تھے اور سکون سے رہتے تھے۔

پھر کچھ اللہ والوں کے دل میں اللہ نے بات ڈالی کہ شہر کی مسجد کے ذریعہ ان لوگوں کی مدد کی جائے۔ ان کو صرف پیسے دے دینا کافی نہیں ہوگا۔ ان کو کئی دن تک پکا پکایا کھانا دینا چاہیے، تاکہ اپنا گھر وغیرہ بنانے میں کھانے سے بے فکری ہو۔ ان کو جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑے دینے چاہئیں۔ ان کو بستر اور جوتے دینے چاہئیں۔ بس انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کروادیا کہ جس کسی کے پاس گھر میں فالتو کپڑے، بستر، اور جوتے وغیرہ ہوں تو وہ مسجد میں ہمارے پاس لے آئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک ہی ہفتہ کئی سو سوٹ جمع ہوگئے، کئی سو جوتے اور کئی سو بستر اور کافی سارا راشن بھی جمع ہوگیا۔ بس اب وہ ان لوگوں تک یہ چیزیں پہنچا رہے ہیں، اور انسانیت کی خدمت کر کے اللہ کو بھی راضی کر رہے ہیں، اور ان لوگوں کی بھی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔

پیارے بچو! اس طرح کے انسانیت کی خدمت کے کاموں میں حصہ لیا کرو، چاہے کسی بھی طرح ہو، اپنے کپڑے، جوتے اور بستر اور کھانا وغیرہ ضائع نہ کیا کرو، بلکہ کسی ضرورت مند کے لیے رکھ لیا کرو، اور اسے دے دیا کرو۔ ہوسکتا ہے جو چیز آپ کے نزدیک فضول ہو، وہ دوسرے کے نزدیک زندگی ہو۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط70) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (ساتواں حصہ)

معزز خواتین! والدین کے اولاد پر بہت سے حقوق ہیں، اسلام نے والدین کے رتبہ اور ان کی عزت وتوقیر کے حوالے سے بہت جامع احکامات بیان فرمائیں ہیں، اسی طرح کسی بھی صورت میں ان کو تکلیف دینے اور اذیت پہنچانے سے منع کیا ہے، اور ان کی نافرمانی پر طرح طرح کی وعید بیان فرمائی ہے، لیکن ہمارے پیشِ نظر ایک خاص صورت ہے، یعنی والدین پر اپنا مال خرچ کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا، اگر چہ موضوع کے پیشِ نظر صرف والدہ کا ذکر کرنا مقصود تھا، لیکن شریعت میں عموماً والدہ اور والد دونوں کا ایک ساتھ ہی تذکرہ پایا جاتا ہے، چنانچہ یہاں بھی والدین کا ہی عنوان برقرار رکھا گیا ہے، والدین پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کی فضیلت سے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا والدین سے حسن سلوک کی تاکید کی ہے، اور مختلف انداز سے والدین کی اطاعت کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید کی ہے، اور ان کی نافرمانی یا ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے، والدین پر اپنا مال خرچ کرنا بھی حسن سلوک میں ہی داخل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے والدین پر خرچ کرنے کی الگ سے بھی ترغیب دی ہے، چنانچہ اپنا مال خرچ کرنے کے مصارف میں والدین کا ذکر سب سے پہلے موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ (سورۃ البقرۃ ۲۱۵)

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں، کہ کیا خرچ کریں؟، آپ کہہ دیجیے کہ جو مال تم کرچ کرو، وہ والدین کے لیے ہے (بقرہ)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اور بھی مصارف بیان فرمائے ہیں، لیکن سب سے پہلے والدین کا ذکر کیا

ہے، یعنی جن لوگوں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اس میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے، پھر دوسرے افراد کا حق ہے۔

والدین کے لیے کمانا اللہ کے راستے میں داخل ہے

اگر کوئی شخص اپنے والدین کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کمائے اور محنت مزدوری کرے، تو ایسے شخص کے لیے احادیث میں فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک طویل حدیث میں صحابہ کرام کا واقعہ بیان ہوا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ کی مجلس میں بعض صحابہ نے ایک صحت منداور توانا جوان کو دیکھا اور اس کی صحت وتندرستی وغیرہ کو دیکھ کر حسرت بھرے لہجے میں کہا: کہ کاش یہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے، یعنی مراد یہ تھی کہ کاش یہ شخص اپنی اس طاقت اور توانائی کو اللہ کے راستے میں جہاد میں استعمال کرتا اور اجر وثواب کا مستحق ہوتا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٢٨٢)

ترجمہ: اگر وہ اپنے بوڑھے عمر رسیدہ والدین کے لیے سعی اور کوشش کے لیے نکلا ہے، تو وہ اللہ کے راستے میں ہے (طبرانی)

اس حدیث سے معلوم ہوا، کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کمانے کجانے اور محنت مزدوری کرنے کے لیے نکلتا ہے، تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے، جیسا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، اس حدیث سے والدین کے لیے کمانے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

اولاد والدین کی کمائی ہے!

انسان اگر اپنی کمائی ہوئی جمع پونجی سے کھائے یا خرچ کرے، تو کوئی بھی شخص اس پر اعتراض نہیں کرسکتا، نہ ہی یہ کوئی معیوب بات ہے، حدیث شریف میں اولاد کو والدین کی کمائی قرار دیا گیا ہے

،اوراولاد کے مال سے ضرورت کے مطابق خرچ کر لینے کی اجازت بھی دی گئی ہے، چنانچہ سنن ابو داؤد میں روایت ہے کہ:

أن رجلاً أتى النبى – صلَّى اللّٰه عليه وسلم – فقال: يا رسولَ اللّٰهِ، إن لى مالاً وولداً، وإن والدى يجتاحُ مالى، قال: " أنت ومالُكَ لِوالدك، إنَّ أولادَكم مِن أطيبِ كَسبِكُم، فَكُلُوا مِن كَسبِ أولادِكم "

(سنن ابى داؤد، كتاب البيوع ،باب فى الرجل ياكل من مال ولده،رقم الحديث ٣٥٣٠)

ترجمہ: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول میرے والد میرا مال برباد اور ختم کرنا چاہتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کے ہیں، بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے، تو تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھالو (ابوداؤد)

اس حدیث میں اس شخص نے اپنے والد کی شکایت بیان کی کہ وہ میرا مال استعمال اور خرچ کرتے ہیں، اور اس کو برباد اور تباہ کرنے سے تعبیر کیا، مذکورہ حدیث میں اپنی اولاد کے مال سے کھانے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن دیگر احادیث کے پیشِ نظر علماء نے اس کو ضرورت پر محمول کیا ہے، یعنی جب والدین ضرورت مند ہوں تو وہ اپنی اولاد کے مال سے خرچ کر سکتے ہیں، چنانچہ ایک حدیث شریف میں یہ اجازت ضرورت مند ہونے کی حالت میں دی گئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

فَهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ لَكُمْ إِذَا احْتَجْتُمْ إِلَيْهَا (مستدرک للحاکم، رقم الحديث ٣١٢٣)

ترجمہ: وہ (یعنی اولاد) اور ان کا مال تمہارے لیے ہی ہے، جب تمہیں اس کی ضرورت ہو (حاکم)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا، کہ والدین پر خرچ کرنا باعث فضیلت ہے، اور یہ حسنِ سلوک کی ہی ایک قسم ہے، نیز اگر والدین ضرورت مند ہوں، تو وہ اولاد کے مال سے بقدرِ ضرورت خرچ کرنے اور لینے کا حق رکھتے ہیں۔

(جاری ہے............)

بُرائی کا بدلہ اچھے طریقہ سے دینے کا حکم اور وساوس سے بچنے کا قرآنی نسخہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِیْ بَيْنَکَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ .وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ. وَإِمَّا يَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورة حٰمٓ السجدة، رقم الآية 34تا 36)

ترجمہ: اور نیکی اور بُرائی برابر نہیں ہوتی، پس آپ (برائی) کو ایسے برتاؤ کے ساتھ دور کیجیے جو بہترین ہو، پھر یکا یک وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان عداوت تھی، گویا کہ وہ مخلص دوست ہو جائے گا، اور یہ طریقہ اُنہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ طریقہ بڑے نصیب والے ہی کو حاصل ہوتا ہے، اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے، تو آپ اللہ کے ذریعہ سے پناہ طلب کیجئے، بے شک وہ خوب سُننے، جاننے والا ہے (سورہ حم سجدہ)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص برا سلوک کر رہا ہو، تو برائی کا برائی سے دینے کے بجائے اچھائی سے دینا چاہیے، ایسا کرنے سے دشمن بھی دوست بن جائے گا، اور اس کی طرف سے جو برائی اور تکلیف پہنچی ہو، اس پر صبر کرنے سے آخرت میں بہترین ثواب حاصل ہوگا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کبھی شیطان کی طرف سے کسی بھی طرح کا وسوسہ آئے، تو فوراً ''اعوذ باللہ'' پڑھ لے۔

www.idaraghufran.org

ماہِ صفر سے متعلق چند غلط خیالات کی تردید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ.

ترجمہ: ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خود بخود) دوسرے کو لگ جانا، بدشگونی اور مخصوص پرندے کی بدشگونی، اور صفر (کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں (بخاری، حدیث 5707)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَاعَدْوٰی وَلَاهَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ (مسلم، حدیث 2220 "106")

ترجمہ: مرض کا (خود بخود بغیر حکمِ الٰہی کے) دوسرے کو لگ جانا، مخصوص پرندے کی بدشگونی، ستارہ اور صفر (کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: مرض کا (خود بخود) لگ جانا اور غولِ بیابانی اور صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں (مسلم، حدیث 2222 "108")

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں بدشگونی و بدفالی کا کوئی وجود نہیں، ماہِ صفر اور دیگر اسلامی مہینوں کے متعلق بدفالی و بدشگونی اور نحوست وغیرہ کا عقیدہ رکھنا، اور اس مہینہ میں نکاح اور دیگر معاملات کو برا سمجھنا، یہ سب مانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتا ہے، جس کی اسلام نے نفی فرمادی ہے۔

بدشگونی، بُری فال، جادو اور کاہن (ونجومی) کے پاس جانے کی مذمت اور وبال

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو خود بُری فال (بدشگونی) لے، یا جس کے لئے بُری فال لی جائے۔

یا جو خود کہانت کرائے، یا جس کے لئے کہانت کرائی جائے۔

یا جو خود جادو کرے، یا جس کے لئے جادو کیا جائے۔

اور جو گرہ باندھے، یا فرمایا جو گرہ باندھے (یعنی کفریہ وفسقیہ کلمات پڑھ کر تعویز گنڈہ کرے)۔

اور جو شخص کاہن (نجومی) کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے، تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن وشریعت) کا (ایک طرح سے) انکار کیا۔

(مسند البزار، حدیث نمبر 3578)

یعنی اسلام میں میں بدشگونی وبدفالی کا کوئی وجود نہیں، اور نجومیوں کے پاس آنا جانا، اور ان سے حال واحوال معلوم کرنا، اور اسی طرح جادو اور کفریہ وفسقیہ کلمات پر مشتمل تعویذ گنڈے کرنا کرانا، گویا کہ دین وشریعت اور نبی ﷺ پر نازل شدہ احکامات کا انکار کرنا ہے، جس کا وبال دنیا و آخرت دونوں میں پڑتا ہے، اس لیے اس طرح کے عقیدے اور اس طرح کے کاموں سے مکمل اجتناب رکھنا چاہیے، اور اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

علمِ نجوم اور ستاروں کی حیثیت

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور آسمان پر رات کی بارش کے اثرات تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر لوٹے، تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے رب نے یہ فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعضوں نے ایمان کی حالت میں اور بعضوں نے کفر کی حالت میں صبح کی ہے۔

پس جس نے یہ کہا اور یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش نازل ہوئی ہے، یہ تو میرے (یعنی اللہ کے) اوپر ایمان لانے والا اور ستاروں (کے مؤثر ہونے) کا انکار کرنے والا ہے۔

اور جس نے یہ کہا یا یہ عقیدہ رکھا کہ ہمارے اوپر فلاں اور فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی، تو وہ میرے (یعنی اللہ کے) ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے۔

(بخاری، حدیث 846)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ (قسط 11)

روافض کے عقیدۂ عصمت پر ’’التزامِ کفر‘‘ کا حکم

مغالطہ: ...... پھر اس کے بعد سلفی صاحب نے ماہنامہ حق چار یار، جنوری، ۲۰۲۳ء، کے صفحہ نمبر ۳۳ پر حضرت مولانا حبیبُ الرحمان قاسمی رصاحب رحمہ اللہ (سابق مدیر: ماہنامہ ’’دارُ العلوم‘‘) کے ہی ماہنامہ ’’دارُالعلوم‘‘ دیوبند کے ماہِ فروری کے شمارہ میں شائع ہونے والے اداریہ کے حوالہ سے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی نسبت سے فرقہ اثنا عشریہ کے اپنے ائمہ کے متعلق عقیدہ کے ختمِ نبوت منافی ہونے حکم ذکر کیا ہے، جس کے بعد اس کی تائید میں سلفی صاحب نے ماہنامہ حق چار یار، جنوری، ۲۰۲۳ء، کے صفحہ نمبر ۳۴، و۳۵ پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ’’الانتباہ‘‘ اور ’’التفهيمات الالٰهية‘‘ کی عبارات نقل کی ہیں، جس کے ضمن میں ’’فیوضُ الحرمین‘‘ کا حوالہ بھی ذکر کیا ہے۔

جوابِ مغالطہ: ...... لیکن واقعہ یہ ہے کہ ’’لزومِ کفر‘‘ سے متعلق عبارات کو سامنے رکھ کر ’’التزامِ کفر‘‘ کا حکم ثابت کرنا ’’اصولِ تکفیر‘‘ سے ناواقفیت پر مبنی ہے، اور ’’لزومِ کفر‘‘ کے مواقع پر اس طرح کی باتیں دوسرے کی تردید کے طور پر بیان کی جایا کرتی ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی نے فقہ حنفی کی کتاب ’’ردُّ المحتار‘‘ میں اس طرح تصریح کی ہے کہ:

وإن وقع إلزاما فى المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فى رد مذهبهم بأنه كفر أى يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضى ذلك كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم (ردالمحتار، ج۳ص۴۵، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات)

اور اسی وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب نے صحابۂ کرام کے سب وشتم کو حرام قرار دینے، اور ان کی تعظیم کے واجب ہونے کے بعد، اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ’’التفهيمات‘‘ میں ایک مقام پر فرمایا:

ونكف السنتنا عن ذكر الصحابة، الا بخير، وهم ائمتنا قادتنا فى الدين، وسبهم حرام،

تعظیمهم واجب، ولا نکفر احدا من اهل القبلة الا بما فیه نفی الصانع القادر المختار، او عبادة غیر الله ، او انکار المعاد والنبی وسائر ضروریات الدین (التفهیمات الالٰهیة، ج ۱ ص ۱۴۸،عدد التفهیمات ۶۵،بیان العقائد الحقة ، مطبوعة:مدینة برقی پریس، بجنور، یوپی، تاریخ طبع:1936ء ۱۳۵۵ھ)

اوراہلِ قبلہ میں روافض کے شامل ہونے کی تصریح خودفقہائے کرام نے جابجافرمادی ہے۔

ورنہ تو اس کی زد میں متعدد اکابرصوفیاء اور خود شاہ ولی اللہ صاحب رحمہم اللہ بھی آ جائیں گے، جوحضرت علی ودیگراہلِ بیت کے لئے ''حفظ'' کو مانتے ہیں،اوراس کو''عصمت'' کے مترادف سمجھتے ہیں،اوران پروحیِ باطنی کے قائل ہیں۔

چنانچہ امام فخرالدین رازی'' المطالب العالیة من العلم الالٰهی ''میں فرماتے ہیں:

فعلیٰ هذا قد ثبت انه لا بد وان یحصل فی کل دور شخص واحد هو افضلهم واکملهم فی القوة النظریة والعلمیة،ثم ان الصوفیة یسمونه بقطب العالم،ولقد صدقوا فیه......

فثبت ان ذالک الشخص هو الکامل وثبت ان ذالک الشخص هو القطب لهذا العالم العنصری وماسواه فکالتبع له.

وجماعة من الشیعة الامامیة یسمونه بالامام المعصوم،وقد یسمونه بصاحب الزمان ، ویقولون بأنه غائب، ولقد صدقوا فی الوصفین ایضا، لأنه لما کان خالیا عن النقائص التی هی حاصلة فی غیره، کان معصوما من تلک النقائص، وهو ایضاً صاحب الزمان، لأنا بینا: أن ذلک الشخص هو المقصود بالذات فی ذلک الزمان، وما سواه فالکل أتباعه، وهو ایضا: غائب عن الخلق (المطالب العالیة من العلم الالٰهی، ج۸،ص ۱۰۴ ،وص ۱۰۵ ، القسم الثانی من کتاب النبوات، الفصل الأول فی تمییز هذا الطریق عن الطریق المتقدم،الناشر: دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۰۷ھ ، 1987ء)

اورحضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ'' التفهیماتُ الالٰهیة ''میں تحریرفرماتے ہیں:

فوارثه الذین اخذوا الحکمة والعصمة والقطبیة الباطنیة هم اهل بیته وخاصته (التفهیمات الالٰهیة، ج۲،ص ۱۴ ،عدد التفهیمات ۵،مطبوعة:مدینه برقی پریس،بجنور،یوپی،انڈیا،تاریخِ طبع ۱۳۵۵ هجری)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت،اور خواص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی''حکمت،عصمت،اورقطبیتِ باطنیہ،سب کا ہی وارث فرمادیا۔

اورحضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ مذکورہ تالیف میں ہی مزید فرماتے ہیں:

نقول لاریب عند احد عامیا کان اوعالما ان الانبیاء علیهم السلام کانوا مجبولین علی الصدق والعفاف والورع والاعمال الحسنة قبل النبوة ایضاً .

وان قوما سوی الانبیاء مجبلون علیها ایضاً وان هٰذه الخصلة هی المسماة بالعصمة (التفهیمات

www.idaraghufran.org

الالٰھیۃ، ج۲، ص ۲۱، عدد التفھیمات ۱۲، مطبوعۃ: مدینہ برقی پریس، بجنور، یوپی، انڈیا، تاریخِ طبع ۱۳۵۵ ھجری)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں انبیائے کرام کے علاوہ بعض دیگر شخصیات کو اس جبلت کا حامل قرار دیا، جس کو انہوں نے خود ہی ''عصمت'' بھی فرمادیا۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ مذکورہ تالیف میں ہی فرماتے ہیں:

واذا تمت العصمة كانت افاعليه كلها حقة لا اقول انها تطابق الحق بل هى الحق بعينها بل الحق امر ينعكس من تلك الافاعيل كا لضوء من الشمس واليه اشار رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث دعا الله تعالىٰ لعلى اللهم ادر الحق معه حيث دار، ولم يقل ادره حيث دار الحق (التفھیمات الالٰھیۃ، ج۲، ص ۲۲، عدد التفھیمات ۱۴، مطبوعۃ: مدینہ برقی پریس، بجنور، یوپی، انڈیا، تاریخِ طبع ۱۳۵۵ ھجری)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں ''عصمت'' کے اتمام کے آثار کو بھی خود ہی بیان فرمادیا۔

یہ اس کتاب ہی کی عبارات ہیں، جس کے بارے میں سلفی صاحب اپنے مقصد کے موقع پر ''نوٹ'' کے ساتھ لکھتے ہیں کہ:

''تفہیماتِ الٰہیہ'' حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اچھوتی اور منفرد کتاب ہے، یہ حضرت رحمہ اللہ کے قلبی مشاہدات اور روحانی مکاشفات کا مجموعہ ہے'' (ماہنامہ حق چار یار، جنوری، ۲۰۲۳ء، کے صفحہ نمبر ۳۵)

اور اگر ہم اسی کتاب کے مزید کچھ اور حوالہ جات بھی ذکر کرنا شروع کردیں، تو شاید سلفی صاحب سر پکڑ کر بیٹھ جائیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب ''التفھیمات الالٰھیۃ'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وترى العامة سيما اليوم فى كل قطر يتقيدون بمذهب من مذاهب المتقدمين يرون خروج الانسان من مذهب من قلده ولو فى مسئلة كالخروج من الملة كأنه نبى بعث اليه وافترضت طاعته عليه (التفھیمات الالٰھیۃ، ج ۱ ص ۱۵۱، ۱۵۲، عدد التفھیمات ۶۲، مطبوعۃ: مدینۃ برقی پریس، بجنور، یوپی، تاریخ طبع: 1936ء ۱۳۵۵ھ)

''التفھیمات الالٰھیۃ'' میں شاہ ولی اللہ صاحب نے واعظوں اور عابدوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

واقول للمتفسقين من الوعاظ والعباد والجانسين فى الخانقاهات ، يا ايها المتنسكون ركبتم كل صعب وذلول واخذتم بكل رطب ويابس ودعوتم الناس الى الموضوعات والاباطيل وعسرتم على الخلق ، وانما بعثتم ميسرين لامعسرين ، وتمسكتم بكلام المغلوبين من العشاق ، وكلام العشاق يطوى ولايروى واستطبتم الوسواس وسميتموه الاحتياط ، وكان مرضى الحق فيكم ان تفهموا الاحسان بجزئيه الاعتقادى والعملى ،فتحصلوه من غير ان تخلطوا به احوال المغلوبين واشارات المكاشفين فادعوا الناس اليه وحصلوه ، اما تعلمون ان الرحمة كل الرحمة والهدى كل الهدى ماجاء كم به محمد صلى الله عليه وسلم اكان يفعل فعلكم هذا ام كان اصحابه يفعلون هذه الافعال(التفهيمات الالٰهية، ج ا ص ۲۱۵،عددالتفهيم ۶۹، مطبوعة:مدينة برقى پريس، بجنور، يوپى، تاريخ طبع:1936ء ۱۳۵۵ھ)

اورحضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ’’الخیرُ الکثیر ‘‘میں فرماتے ہیں:

والوحى قد يطلق بازاء ما هو اعم من ذالک سواء تمثل ام لا،ومن هٰذا الاصطلاح وحى مريم فيما نرى،والله اعلم،واعم من هٰذا ايضاً سواء كان منسلخاً ام لا،ومن هٰذا الاصطلاح وحى النحل ووحى ام موسىٰ (الخير الكثير،ص ۳۵،الخزانة الثانية، مطبوعات المجلس العلمى نمبر ۱۳، مدينه پريس بجنور ۱۳۵۲ھ)

اورحضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اپنی مذکورہ تالیف میں ہی فرماتے ہیں:

الاولٰى وراث الحكمة والعصمة والوجاهة، و هم أهل البيت وخدم النبى صلى الله عليه وسلم و قد جرت السنة الالٰهية على أن يكون أهل بيت كل نبى من وراث هذا الفضل الجلى. وهؤلاء على صنفين، صنف ورثوها لما معهم من صفاء الطينة وسعة الصدر والصورة الجوية وهم على رضى الله تعالىٰ عنه وأولادهٗ وفاطمة رضى الله تعالىٰ عنها وحمزة وعباس وأولادهٗ.

وسر ذلک ما كنا أشرنا إليه فى الخزانة الثالثة من أن لطيف النفس يتولد منه لطيف النفس وأن الولادة الروحانية كالولادة الجسمانية وهم أقطاب هذه الناحية و أئمتهم (الخير الكثير،ص ۸۹،الخزانة السابعة، مطبوعات المجلس العلمى نمبر ۱۳، مدينه پريس بجنور ۱۳۵۲ه)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے بھتیجے،اور’’تقویةُ الایمان ‘‘جیسی کتاب کے مصنف،حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے بھی اپنی تالیف ’’عبقات ‘‘میں،اور اپنی دوسری تالیف ’’منصبِ امامت‘‘ میں،اور اپنی تیسری تالیف ’’صراطِ مستقیم‘‘ میں اس سے بھی زیادہ شدید طریقہ پر اس مسئلہ پر کلام کیا ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید اپنی تالیف ’’صراطِ مستقیم‘‘میں فرماتے ہیں:

پس کلیاتِ شریعت اوراحکامِ دین میں،اس کوانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں،اوران کا ہم استاد بھی کہہ سکتے ہیں،اور نیز ان کے اخذ کا طریق بھی وحی کی

شاخوں میں سے ایک شاخ ہے،جس کو شریعت کی اصطلاح میں ''نفث فی الروع'' کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں،اور بعض اہلِ کمال اس کو''باطنی وحی'' کہتے ہیں،پس ان بزرگوں اورانبیائے عظام علیہم الصلاۃ والسلام میں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام امتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں،اور بزرگ، مظانِ حکم کو قائم کرتے ہیں(صراطِ مستقیم ،ص۵۹،بابِ اول،فصلِ اول، دوسری تمہید،چوتھی ہدایت''حبِ ایمانی کے بیان میں'' دوسراافادہ،ناشر:دارالکتاب،دیوبند،یوپی)

اس طرح کی عبارات کئی جلیل القدر علمائے اہل السنۃ، بلکہ تصوف میں امام سمجھے جانے والے صوفیاء کے حوالہ سے بھی موجود ہیں،جن کو ہم نے باحوالہ طریقہ پر اپنی دوسری تالیف''اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر'' میں ذکر کردیا ہے۔

بعض سلفی کہلائے جانے والے اصحابِ علم''عبدالقاسم قشیری''اور''عبدالوہاب شعرانی'' وغیرہ صوفیاء کی طرف''عصمتِ اولیاء'' کے عقیدہ کی نسبت کرکے اس کو بعینہ روافض وامامیہ کے عقیدہ کے مشابہ قرار دیتے ہیں،اوراس عقیدہ کی بناء پر ان صوفیاء کی تضلیل ، بلکہ تکفیر کے بھی کنارہ پر ہیں،جس کے نتیجہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،شاہ اسماعیل شہید،اوردوسرے بہت سے صوفیاء پر بھی یہی حکم عائد ہوتا ہے۔

چنانچہ اہلِ حدیث سلسلہ کے عالم علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب مرحوم،اپنی تالیف''التصوف -المنشاء والمصادر''میں فرماتے ہیں کہ:

وهـذا الأمـر أى عـدم وجـود الاعتدال فى التصوف ينطبق على التشيع ,وهـذا هو القدر الآخر الـمشتـرك بيـنهما لأننا فى بحثنا الطويل فى التشيع لم نجد طائفة يمكن أن توصف بالاعتدال (التـصـوف ـ الـمنشاء والمصادر ، ص ١٠ ،طبع: قومى،پريس،لاهور ، باكستان،الطبعة الاولىٰ ١٤٠٦هـ)

ترجمہ: اور یہ امر،یعنی تصوف میں عدمِ اعتدال کا وجود تشیع پر منطبق ہوتا ہے،اور یہی قدرِ آخر مشترک ہے،ان دونوں (یعنی شیعہ اورصوفیاء) کے مابین (التصوف)

مذکورہ تالیف میں علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب مرحوم نے صوفیاء کی طرف''نزولِ وحی''اور''اتیانِ ملائک''اور''نبی اورولی کے درمیان مساوات''اور''ولی کی نبی پر تفضیل''اور''ولایت ووصایت''

اور ''رجعت'' اور ''تقیہ'' کے علاوہ ''عصمت'' سے متعلق ابنِ عربی، ابوالحسن شاذلی اور ابوعبدالرحمٰن سلمی اور ابوبکر واسطی اور سہروردی وغیرہ کے حوالہ جات، اہلِ تشیع کی مشابہت میں ذکر کر کے ان کی تردید کی ہے۔

جبکہ اہلِ دیوبند مشائخ واکابر اس فکر وعقیدہ کی بناء پر، علمائے مسلمین، وصوفیاء کی تکفیر، بلکہ تضلیل کے بھی قائل نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ بہت سے سلفی واہلِ ظاہر حضرات کفر کے باب میں ''تاویل'' کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے، اور وہ بہت سے ایسے اقوال وافعال پر ''کفرِ صریح، وکفرِ اکبر'' کا حکم لگا دیتے ہیں، جن میں دیگر فقہاء تاویل کے قائل ہیں، حنفیہ کا موقف بھی ممکنہ حد تک تاویل کا ہے، اور ہم تکفیر کے باب میں اسی تاویل کے موقف کو راجح سمجھتے ہیں۔

سید مصطفیٰ عبدالمتعال اپنے ایک مفصل مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

وهذا كله حكمه جار على حكم الابتداع فى مسألة الإمامة، التى لا تبلغ المخالفة فيها حد إنكار أصل يُكَفَّرُ مُنكِرُه .ومن قال إن الإمامية فى قولهم بوجوب الإمامة مخالفون لما هو معلوم من الدين بالضرورة، وخارجون عن الملة؛ فقد بلغ به الشطط مبلغا عظيما (مقدمات النظر ودقيق الكلام،ص ٣٦٤، الاستدلال فى اصول الدين ، انواعه وصوره،الدلائل السمعية، القرآن الكريم ''دراسات فى التشيع الإمامى فى ضوء دعوى التقريب بين الفرق والمذاهب الإسلامية: ٢'' الناشر: المكتبة القدوسية، لاهور، الباكستان، الطبعة الأولىٰ: ١٤٢٨هـ ، 2007م)

اور علمائے مسلمین کے عالمی اتحاد کے سابق رئیس، اور عالمِ اسلام کے مشہور ومعروف جید معمر عالم ''شیخ یوسف القرضاوی'' (المتوفیٰ:26،ستمبر 2022ء) اپنے مضمون ''مبادء فی الاحوار والتقریب بین المذاهب والفرق الإسلامية'' میں لکھتے ہیں:

وأما دعوى ''عصمة الأئمة'': فنحن نخطئهم فى ذلك، ولا نرى فى هذا ''كفرا بواحا'' فإن ما جاء عن أئمتهم من أقوال: إما أنها عندنا أحاديث نبوية، وإما أنها ''آراء اجتهادية'' ككثير ما روى عن فقهاء المدينة السبعة، وأمثالهم من فقهاء الحجاز والعراق واليمن والشام ومصر وغيرها، وما جاء عن الأئمة الأربعة وغيرهم، ولذا كانت ثمرة هذا كله: الفقه الجعفرى، بما فيه استنباط واختلاف(مبادء فى الاحوار والتقريب بين المذاهب والفرق الاسلامى''البعد عن شطط الغلاة)

علامہ ابنِ تیمیہ نے بھی تفصیل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی شخصیت وشیخ کے

متعلق ''عقیدۂ عصمت'' رکھنے پر تفصیلی رَد بیان فرمایا ہے، جس کو بعض مشائخ ''محفوظ'' وغیرہ کا عنوان دے کر کسی شیخ کے ہر حکم کی اتباع کو واجب قرار دیتے ہیں، اور علامہ موصوف نے اس عقیدہ کو قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے خلاف اور ضلالت وگمراہی پر مشتمل قرار دیا ہے، اور مشائخ کے متعلق اس طرح کے عقیدہ کو روافض ونصاریٰ، اور اسماعیلیہ کی جنس، اور ان کے مشابہ ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن اس عقیدہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے روافض کی تردید سے متعلق اپنی تالیف ''منہاج السنۃ'' میں ''ابنِ تومرت'' (المتوفیٰ:۵۲۴ھ) کے معتقدین ومتبعین کے متعلق بھی ''عقیدۂ معصومیت'' رکھنے کا ذکر فرمایا ہے۔

(ملاحظہ ہو: منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج٦، ص ١٩٠، الرد على دعوى الرافضة بالنص وعصمة الأئمة)

نیز علامہ موصوف نے مذکورہ تالیف میں ہی ابنِ تومرت کو جہمیہ کے متبعین میں سے کہا ہے۔

(ملاحظہ ہو: منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج٣، ص ٢٩٧، شرك الفلاسفة وتعطيلهم أعظم بكثير من شرك القدرية وتعطيلهم)

اور علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد حافظ ابنِ قیم جوزی نے ابنِ تومرت کو کذاب قرار دیا ہے، اور اس کے اور روافض کے مہدی کا قائل ہونے کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

(ملاحظہ ہو: المنار المنيف فى الصحيح والضعيف، ص ١٥٣، و ١٥٤، فصل نمبر ٤)

جبکہ علامہ ابنِ تیمیہ کے دوسرے شاگرد حافظ ذہبی نے ''تاریخِ اسلام'' میں محمد بن عبد اللہ بن تومرت کے متعلق فرمایا کہ یہ حسنی علوی ہونے کے دعویدار تھے، اور یہ عہدِ سلجوقی کے مشہور عالم امام غزالی، اور ابو الحسن الہراسی اور ابو بکر طرطوشی کے شاگرد ہیں، یہ نہایت عبادت گذار، متورع، صوفی، اور آمر بالمعروف تھے، اور یہ اپنے معصوم ہونے کے دعویدار تھے، جنہوں نے اس کے لئے لوگوں سے بیعت بھی کی تھی۔

(ملاحظہ ہو: تاريخ الإسلام، للذهبى ج ١١، ص ٤٠٨، الطبقة الثالثة والخمسون)

اور حافظ ذہبی نے ہی ''سیر اعلام النبلاء'' میں ان ابنِ تومرت کو ''شیخ، امام، فقیہ، اصولی، زاہد، جیسے القابات سے ذکر فرمایا ہے۔

اور ساتھ ہی ''علوی حسنی، اور امامِ معصوم'' ہونے کا دعویدار بھی قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء، ج ١٩، ص ٥٤٠، و ص ٥٥١، الطبقة الثامنة والعشرون)

www.idaraghufran.org

نیز حافظ ذہبی نے ہی ''العبر فی غبر'' میں ابنِ تومرت کے اسی نوعیت کے متعدد محاسن کا ذکر کرنے کے ساتھ فرمایا کہ ان کو حبِ ریاست اور اس کے غلبہ نے اس طرح کذب پر ابھارا کہ وہ ''امامِ معصوم'' ہیں، اور اس عقیدہ کی وجہ سے یہ بالاجماع ''مخصوم'' شمار ہوتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو:العبر فی خبر من غبر، ج۲،ص ۴۲۱، و ص ۴۲۳،سنة أربع وعشرين وخمس مئة)

پس اگر امامِ معصوم کا عقیدہ رکھنا، تکفیر کا باعث ہوتا، تو موصوف کے اس عقیدہ پر مطلع ہونے کے باوجود مذکورہ محامد ومحاسن کا کوئی مطلب نہیں تھا، بلکہ کفر وارتداد کا ذکر کیا جاتا۔

علامہ ابنِ خلدون نے بھی ''تاریخ ابنِ خلدون'' میں ابنِ تومرت کے متعدد محاسن، اور ائمہ اشعریہ اہل السنۃ سے اخذِ علوم اور ان کے طریقہ کی تحسین، اور ''امام کے عقیدۂ عصمت'' کے شیعہ امامیہ کی رائے کے مطابق ہونے، اور اس موضوع پر ان کی ایک تالیف کا ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو:تاریخ ابنِ خلدون، ج۶،ص ۳۰۲،الخبر عن مبدإ أمر المهدی ودعوته وما كان للموحدين القائمين بها على يد بنی عبد المؤمن من السلطان والدولة بالعدوتين وإفريقية وبداية ذلک وتصاريفه)

ابنِ تومرت کی طرف منسوب جماعت کا نام ''موحدین'' ہے، جن کی مراکش وشمالی افریقہ میں سلطنت قائم ہوئی، ابنِ تومرت کی وفات کے بعد ان کی جماعت کی قیادت عبد المومن نے سنبھالی، جس نے مراکش پر غلبہ حاصل کیا، اور پھر اس جماعت کے خلفاء کا طویل سلسلہ ساتویں صدی ہجری، اور تیرہویں صدی عیسوی میں ادریس کے دور میں، مسیحیوں کے غلبہ تک قائم رہا۔

(ملاحظہ ہو:تاریخ الإسلام،للذهبی ج۱۳،ص ۲۶۰،ذكر من توفی بعد الستمائة تقريبا وإلى سنة عشر، و ج۱۵،ص ۵۶۳،سنة خمس وثمانين وستمائة)

دیگر محققین مورخین نے بھی ابنِ تومرت اور اس کی تحریک وسلطنت پر کافی کچھ لکھا ہے۔

''مسجدِ کتبیہ'' یا ''جامع کتبیہ'' مراکش شہر کی سب سے بڑی مسجد ہے، اس مسجد کا مینار جماعتِ موحدین کے خلیفہ ''یعقوب المنصور'' کے دورِ حکومت میں مکمل ہوا تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں:

> اموی خاندان نے قرطبہ پر تین صدی سے زائد حکومت کی اس کے بعد یکے بعد دیگرے یہاں بنی حمود، بنی عباد، مرابطین، اور موحدین کی حکومتیں قائم ہوتی رہیں، یہاں تک کہ ۶۳۴ھ میں قسطلہ کا عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ اس پر قابض ہوگیا، اس

www.idaraghufran.org

طرح اس شہر پر مسلمانوں کی حکومت ۵۳۴ سال قائم رہی (دنیا میرے آگے، صفحہ نمبر ۳۹، اندلس میں چندروز، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

شہاب الدین احمد بن محمد مقری تلمسانی (المتوفی 1041ھ) نے بھی اپنی شہرہ آفاق تالیف ''نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب'' میں ''اندلس'' کے موحدین کے زیرِ سلطنت داخل ہونے پر روشنی ڈالی ہے۔

نیز شہاب الدین احمد بن محمد مقری تلمسانی نے مذکورہ تالیف ہی میں موحدین کو ''اہلِ اسلام'' اور عبد المؤمن کو امیرالمسلمین کہا ہے۔

(ملاحظہ ہو: نفح الطیب من غصن الأندلس الرطیب، وذکر وزیرھا لسان الدین بن الخطیب، ج۴، ص۳۷۷ الیٰ ۳۸۰، وص ۴۶۲، القسم الاول، الباب السابع، تتمة، دخول الأندلس فی طاعة الموحدین)

پس امام کے معصوم سمجھنے کے عقیدہ کی بنا پر اسلامی سلطنت کے ان تمام حکمرانوں، اور ان کے پیروکاروں کو کافر قرار دینا بھی لازم آتا ہے، جن کے مسلمان وفاتح ہونے کی تاریخِ اسلام شاہد ہے۔

(جاری ہے............)

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (چودھویں وآخری قسط)

امام ابنِ منذر کا حوالہ

امام ابنِ منذر (المتوفٰی:319ھ)''الاوسط''میں فرماتے ہیں کہ:

''جو حضرات قبر پر نمازِ جنازہ کے قائل ہیں، ان میں محمد بن سیرین، اور امام اوزاعی، اور امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل داخل ہیں، اور امام احمد نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ طریقوں وسندوں سے یہ عمل مروی ہے۔

اور امام نعمان (یعنی ابوحنیفہ) کا قول یہ ہے کہ اگر نمازِ جنازہ سے پہلے دفن کردیا گیا ہو، تو قبر پر نمازِ جنازہ پڑھا جائے گا، حسن کا بھی یہی قول ہے، اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ میت پر دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، یہ نخعی، اور امام مالک، اور امام نعمان (یعنی ابوحنیفہ) کا قول ہے''۔

(الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف، تحت رقم الحدیث ۳۱۰۸،باب ذکر الصلاۃ علی القبر ثبتت الأخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه صلی علی القبر)

امام ابنِ منذر کا دوسرا حوالہ

اما ابنِ منذر مزید فرماتے ہیں کہ:

''(جو حضرات قبر پر نمازِ جنازہ کے قائل ہیں) ان کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ فوت ہونے کے کتنی مدت بعد تک قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، پس ایک جماعت کا کہنا تو یہ ہے کہ ایک ماہ بعد تک پڑھی جاسکتی ہے، امام احمد بن حنبل نے یہی فرمایا ہے، اور انہوں نے سعید بن مسیّب کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔

اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ جو شخص موقع پر موجود نہ ہو، وہ ایک ماہ بعد تک پڑھ سکتا ہے، اور جو موجود ہو، وہ تین دن تک پڑھ سکتا ہے، یہی بات امام اسحاق نے فرمائی ہے، جس کو ان سے عبدالرحمان بن مہدی نے روایت کیا ہے۔

اور امام نعمان (یعنی امام ابوحنیفہ) کا قول یہ ہے کہ اگر نمازِ جنازہ بھولے سے رہ گئی، تو قبر پر تین دن بعد تک نمازِ جنازہ کو پڑھا جائے گا، اس سے زیادہ عرصہ گذرنے کے بعد نہیں پڑھا جائے گا''۔

(الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف، باب ذکر المدۃ التی إلیھا یصلی علی القبر)

ابنِ عبدالبر قرطبی کا حوالہ

ابنِ عبدالبر قرطبی مالکی (المتوفیٰ: 463ھ) ''التمھید'' میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث نقل کرنے کے بعد، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فوت شدہ عورت کی قبر پر چار تکبیرات کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے، فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر نمازِ جنازہ کا طریقہ وہی ہے، جو قبر سے باہر میت پر پڑھنے کا ہے، خواہ صف بندی کا معاملہ ہو، اور خواہ دعاء، اور تکبیر کا معاملہ ہو۔

اور جو شخص نمازِ جنازہ سے رہ جائے، اور وہ ایسے وقت میں آئے، جب نمازِ جنازہ کا سلام پھیرا جا چکا تھا، اور تدفین بھی ہو چکی تھی، تو اس کے متعلق امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ دوسری مرتبہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، اور نہ ہی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھا جائے گا، ثوری، اوزاعی، حسن بن حیی، اور لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ جس کی نمازِ جنازہ فوت ہوگئی، اور تدفین بھی ہوگئی، تو اس کو قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، عبداللہ بن وہب، اور محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کا قول بھی یہی ہے، اور یہی قول امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور داؤد بن علی، اور تمام اصحابِ حدیث کا ہے، امام احمد نے فرمایا کہ قبر پر نمازِ

جنازہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سندوں کے ساتھ مروی ہے، اور وہ تمام سندیں حسن وعمدہ درجہ کی ہیں‘‘

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، ج٦،ص ٢٦١،باب الميم،الحديث الثاني عشر)

ابنِ عبدالبر قرطبی کا دوسرا حوالہ

ابنِ عبدالبر قرطبی مالکی، امام مالک سے وابستگی کے باوجود ایک سے زیادہ مرتبہ نمازِ جنازہ کے ثبوت سے متعلق مختلف احادیث وآثار نقل کرنے کے بعد ’’التمہید‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’جس نے ایسی قبر، یا میت پر نمازِ جنازہ پڑھی، جس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاچکی تھی، تو یہ اس کے لئے جائز عمل ہے، کیونکہ اس نے ایک ایسا کارِ خیر کیا ہے، جس سے نہ تو اللہ نے منع فرمایا، نہ اللہ کے رسول نے منع فرمایا، اور نہ ہی اس کے ممنوع ہونے پر سب کا اتفاق ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’تم خیر کے کاموں کو کرو‘‘ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی ہے، جس کا منسوخ ہونا ثابت نہیں، اور نہ ہی اس کے ممنوع ہونے پر سب کا اتفاق ہے، پس جس نے یہ عمل کیا، تو کوئی حرج نہیں، اور نہ ہی یہ کوئی باعثِ ملامت عمل ہے، بلکہ یہ ان شاء اللہ حلال اور گنجائش، اور اجرِ عظیم والا کام ہے، البتہ جس کو فوت ہوئے لمبا عرصہ ہوجائے، تو اس کا جنازہ مکروہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے تازہ فوت شدہ شخص ہی کا جنازہ پڑھنا ثابت ہے، اور اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ عرصہ ایک مہینہ کا مروی ہے، اور علماء کا اجماع ہے کہ پرانی قبروں پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، اور جس بات پر اجماع ہو، وہ حجت ہے، اور ہم الحمد للہ شریعت کی اتباع کرنے والے ہیں، بدعت کی ایجاد واتباع کرنے والے نہیں‘‘

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، ج٦،ص ٢٧٩،باب الميم،الحديث الثاني عشر)

ابنِ عبدالبر قرطبی کا تیسرا حوالہ

ابنِ عبدالبر قرطبی (المتوفیٰ:463ھ) نے ’’الاستذکار‘‘ میں فرمایا کہ:

’’جس نے ایسی قبر، یا جنازہ پر نمازِ جنازہ پڑھی، جس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاچکی تھی، تو یہ اس کے لئے جائز عمل ہے، کیونکہ نہ تو اس سے اللہ نے منع فرمایا، نہ اللہ کے رسول نے منع فرمایا، اور نہ ہی اس کے مکروہ ہونے پر اجماع ہے، بلکہ مستند روایات وآثار، اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور صحابہ کی ایک جماعت نے بھی اس کو جائز قرار دیا ہے، اور کارِ خیر کی ممانعت کے لئے ایسی دلیل کا ہونا ضروری ہے، جس کا کوئی معارض ومقابل نہ ہو، اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے‘‘۔

(الاستذکار، ج۳، ص ۳۵، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنائز)

ابنِ عبدالبر کا مذکورہ عبارت میں بیان کردہ موقف، اعتدال پر مبنی ہے، جس کی طرف ہمارا بھی رجحان ہے۔ واللہ أعلم۔

ہم نے مذکورہ تفصیل اور مختلف عبارات، بطورِ خاص حنفیہ کی عبارات کے ضمن میں جابجا وضاحت اس لئے ذکر کردی کی ہے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ میت کا ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھ چکنے کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے ناجائز ہونے پر قرآن وسنت میں یکطرفہ حتمی وقطعی فیصلہ نہیں کیا گیا، اور اس سلسلہ میں مجتہدینِ عظام، وفقہائے کرام کے فقہی واجتہادی دلائل مختلف ہیں، اس وجہ سے مجتہدینِ عظام، فقہائے کرام، واصحابِ علم کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے، جن میں سے ہر ایک نے نیک نیتی کے ساتھ اپنے اجتہاد کی روشنی میں راجح نظر آنے والی رائے کو بیان کردیا ہے، جس میں انہوں نے دوسری آراء پر اس طرح نکیر وانکار نہیں کیا، جس طرح موجودہ زمانے میں مختلف مسالک ومشائخ اور اکابر کی طرف نسبت کرنے والے حضرات ایک دوسرے پر کرتے ہیں، اور اپنے علاوہ دوسری فقہی واجتہادی آراء کو یکسر نظرانداز کرکے تشدد اور سختی پر مبنی حکم وفتویٰ صادر فرماتے ہیں، اور مخصوص مسلک کی تعلیم وتعلم کے عمل کو اس انداز سے اختیار کرتے ہیں، جس سے اس مخصوص مسلک کا حق اور دوسرے کا ناحق ہونا محسوس ہونے لگتا ہے، اور پھر دوسرے موقف کی تردید اور اس سے بڑھ کر تحقیر کی نوبت آتی ہے۔

یہ طرزِ عمل تعصب پر مبنی اور سلف کے مبارک طریقہ سے موافقت نہیں رکھتا، جس کی وجہ سے ہم حقیقتِ حال واضح ہونے کے بعد اس طرزِ عمل سے برائت ظاہر کرچکے ہیں، اور سلف کے

www.idaraghufran.org

مبارک طریقہ کو پسند واختیار کرتے ہیں، اگرچہ موجودہ زمانے کے متعصبین ومتشددین، ہمارے اس طرز وطریقہ سے ’’متوحش‘‘ ہوتے ہیں، اور ہمیں ’’تفرد‘‘ وغیرہ کا ملزم ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ہر کسی کی طرف سے لگائے گئے الزام کا واقعہ اور حقیقت کے موافق ہونا ضروری نہیں، بلکہ بعض اوقات خود الزام دینے والا، اس طرح کے الزام کا اصل مستحق ہوتا ہے۔

اور اس کے فیصلہ کا عمدہ طریقہ متقدمین سلف کا طرزِ عمل ہی ہے، جو ہر طرح کے تشدد وتعصب سے پاک ہے۔

مذکورہ تمام تر دلائل اور تفصیلات کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہمیں راجح یہ معلوم ہوا کہ عام حالات میں مومن میت کے نمازِ جنازہ میں اصل سنت اور متوارث عمل یہی ہے کہ ایک مرتبہ جماعت کے ساتھ پڑھا جائے، اور ایک سے زیادہ مرتبہ نہ پڑھا جائے، لیکن اس کے باوجود کوئی شخص ایک مرتبہ نمازِ جنازہ ہوچکنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھے، تو اس کے ناجائز ہونے کی کوئی مضبوط ومستحکم دلیل نہیں، اس لیے اس کو جائز عمل کے درجے میں ہی رکھنا مناسب ہے، نہ اس کو سنت قرار دینے پر اصرار کرنا مناسب ہے، اور نہ ہی ناجائز وگناہ، یا بدعت کہنے پر اصرار کرنا مناسب ہے۔

پس اگر کوئی میت کا ایک مرتبہ نمازِ جنازہ ہوچکنے کے بعد امام ابوحنیفہ کے فقہ کے مطابق عمل کو ترجیح دیتے، اور اختیار کرتے ہوے، دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھتا، اور اس کے بجائے، مرحوم کے لئے دوسرے جائز طریقوں سے دعاء واستغفار، اور ایصالِ ثواب کے طریقوں پر عمل کرتا ہے، جیسا کہ عام حالات میں عمل بھی اسی کے مطابق جاری ہے، جس طرح اس پر نکیر نہیں کی جانی چاہیے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی وقت بعض مالکی فقہاء، اور امام شافعی، اور امام احمد کی فقہی رائے کے مطابق میت کا ایک مرتبہ نمازِ جنازہ میت کے ولی کی رضامندی سے ہوچکنے کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھتا ہے، خواہ تنہاء، یا جماعت کے ساتھ، خاص طور پر اس وجہ سے کہ وہ پہلی مرتبہ نمازِ جنازہ کے وقت موجود نہ تھا، یا تاخیر سے پہنچا تھا، یا اس کو میت کے فوت ہونے کا بعد میں علم ہوا، یا اس وجہ

سے کہ میت کا پہلا نمازِ جنازہ کسی دوسرے مقام پر پڑھا جاچکا تھا، اور اس کے پاس میت اب پہنچی ہے، اور خواہ میت کو ابھی تک دفن نہ کیا گیا ہو، یا دفن کیا جاچکا ہو، لیکن ابھی میت کے فوت ہونے کو زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو، مثلاً ایک ماہ سے زیادہ کا عرصہ نہ گذرا ہو، ، اور وہ کسی متفق علیہ شرعی حکم کی بھی خلاف ورزی کا مرتکب نہیں ہوتا، تو اس پر بھی نکیر نہیں کی جانی چاہیے، اور اس کو بدعتِ شرعی کا مرتکب نہیں کہنا چاہیے، جیسا کہ اس مسئلہ میں علامہ ابنِ عبدالبر قرطبی کی یہ معتدل رائے گذر چکی ہے کہ:

’’جس نے ایسی قبر، یا میت پر نمازِ جنازہ پڑھی، جس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاچکی تھی، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور نہ ہی باعثِ ملامت عمل ہے، بلکہ یہ ان شاءاللہ حلال اور گنجائش ، اور اجرِ عظیم والا کام ہے، البتہ جس کو فوت ہوئے لمبا عرصہ ہوجائے، تو اس کا جنازہ مکروہ ہے‘‘۔

جہاں تک اس طرح کے موقع پر بعض علماء کی طرف سے اس بات پر زور دیے جانے کا تعلق ہے کہ ہر شخص کو ہمیشہ کے لیے اجتہادی واختلافی، اور فروعی وفقہی مسائل میں ایک فقہی مسلک، اور اس سے بڑھ کر مخصوص اکابر و بزرگوں کے مشرب کی پابندی ضروری ہے، جس کی خلاف ورزی کا ارتکاب جائز نہیں، تو ہم اس موضوع پر اپنے دوسرے مضامین وتالیفات میں تفصیلی اور باحوالہ کلام کرچکے ہیں کہ یہ مسئلہ بھی ’’اجتہادی، واختلافی‘‘ نوعیت کا ہے، جس میں اکثر جمہور فقہائے کرام ہی کی ، بلکہ حنفیہ کی دوسری مضبوط فقہی رائے بھی موجود ہے، جو اس کے برخلاف ہے، لہٰذا ایک اجتہادی وفقہی مسئلہ کا دوسرے اجتہادی وفقہی مسئلہ سے معارضہ کرکے متفق علیہ ومجمع علیہ اصول وقواعد کی خلاف ورزی کا مرتکب ہونا، اور اس کے نتیجہ میں باہمی بغض وعداوت کو ہوا دینا، اور ایک دوسرے کی تضلیل وتحقیر کرنا، کوئی کارِ خیر نہیں۔

اس لیے جملہ اصحابِ علم وافتاء کو اس قسم کے اجتہادی وفروعی مسائل کو اپنے درجہ پر رکھ کر حسبِ ضرورت و حسبِ مصلحت عمل پیرا ہونا چاہیے، اور اس قسم کے مسائل کی وجہ سے باہم منازعت ومفارقت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 92 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بنی اسرائیل اور ’’ذبحِ بقرہ‘‘ کا واقعہ (پہلا حصہ)

بنی اسرائیل کی کٹ حجتی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں بحث ومباحث کرنے کی عادت بہت پختہ تھی، اس طرح کا ایک واقعہ بنی اسرائیل کو اس وقت پیش آیا، جب بنی اسرائیل کے اندر ایک قتل ہوگیا، لیکن قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا، جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کے اندر باہمی اختلاف کی خوفناک صورت پیدا ہوگئی۔ [1]

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ قاتل کا پتہ چلے کہ کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا، تاکہ وہ اسے ذبح کر کے اس کا گوشت مقتول کے جسم کے ساتھ لگائیں، جس سے وہ مقتول بطور معجزہ،

---

[1] مفسرین کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل میں ایک مال دار شخص تھا، اس کا چچازاد بھائی کے علاوہ کوئی اور وارث نہ تھا، ایک عرصہ تک اس کا چچازاد بھائی، اس مال دار شخص کے فوت ہونے کا منتظر رہا، تاکہ اس مال دار شخص کے فوت ہونے کے بعد اس کے مال کا وارث بنے، جب ایک عرصہ گزر گیا اور یہ مالدار شخص فوت نہ ہوا، تو اس نے ایک دن موقع پا کر اس مالدار شخص کو قتل کردیا، اور رات کے وقت اس کی نعش کو محلہ میں ڈال دیا، اور جب صبح ہوئی تو محلہ والوں پر اس کے خون کا دعویٰ بھی کردیا، تاکہ دستور کے مطابق میراث کے علاوہ محلّہ والوں سے مقتول چچا کی دیت اور خون بہا بھی وصول کرے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محلّہ والوں سے مقتول کے بارے میں تحقیق اور باز پُرس کی، تو محلّہ والوں نے اس قتل کو ایک دوسرے پر ڈالنا شروع کردیا، اور قسم کھا کر بیان کیا کہ نہ تو ہم نے قتل کیا، اور نہ ہمیں قاتل کا پتہ ہے، اور آپ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کیجیے، تاکہ اس معاملہ کی حقیقت واضح ہو، اور قاتل کا پتہ چلے۔

والقصة انه كان فى بنى إسرائيل رجل غنى اسمه عاميل وله ابن عم فقير لا وارث له سواه فلما طال له موته قتله ليرثه وحمله الى قرية اخرى وألقاه بفنائهم– ثم أصبح يطلب ثاره وجاء بناس يدعى عليهم القتل– فسالهم موسى عليه السلام فجحدوا فاشتبه الأمر على موسى (التفسير المظهرى، ج ١ ص ٧٩، ٨٠، سورة البقرة)

والقصة فيه أنه كان فى بنى إسرائيل رجل غنى وله ابن عم فقير لا وارث له سواه، فلما طال عليه موته قتله ليرثه وحمله إلى قرية أخرى وألقاه بفنائها، ثم أصبح يطلب ثأره وجاء بناس إلى موسى يدعى عليهم القتل، فسألهم موسى فجحدوا فاشتبه أمر القتيل على موسى(تفسير البغوى، ج ١ ص ١٢٧، سورة البقرة)

تھوڑی دیر کے لیے زندہ ہو کر خود اپنے قاتل کا نام بتلا دے گا۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا. وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ .فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا . كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى . وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآيات ۷۲، ۷۳)

یعنی ''اور جب تم نے قتل کر دیا ایک شخص کو، پھر ایک دوسرے پر ڈالنے لگے، اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا اُسے جس کو تم چھپاتے تھے۔ پھر ہم نے کہا کہ مارو اس مُردے کو (ذبح شدہ) گائے کے بعض حصے کے ساتھ۔ اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مُردوں کو، اور (اللہ تعالیٰ) تم کو دِکھاتا ہے نمونے (اپنی قدرت کے) تاکہ تم عقل سے کام لو''۔

بنی اسرائیل کٹ حجتی کے عادی تھے ہی، اُنہوں نے اپنی عادت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس حکم میں حجتیں نکالنا شروع کر دیں، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے تعمیل کے مقابلہ میں بحث شروع کر دی، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے حکم میں سختی کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی کچھ تفصیل بیان کر کے بنی اسرائیل کی کٹ حجتی اور معاندانہ سوالات کا ایک نقشہ کھینچا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک گائے ذبح کرو، اور پھر اُس کے گوشت کا ایک حصہ مقتول کے جسم کے ساتھ لگاؤ۔ [2]

---

[1] روى عن ابن عباس وسائر المفسرين أن رجلا من بنى إسرائيل قتل قريبا لكى يرثه ثم رماه فى مجمع الطريق ثم شكا ذلك إلى موسى عليه السلام فاجتهد موسى فى تعرف القاتل، فلما لم يظهر قالوا له: سل لنا ربك حتى يبينه، فسأله فأوحى الله إليه: إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة فتعجبوا من ذلك ثم شددوا على أنفسهم بالاستفهام حالا بعد حال واستقصوا فى طلب الوصف فلما تعينت لم يجدوها بذلك النعت إلا عند إنسان معين ولم يبعها إلا بأضعاف ثمنها، فاشتروها وذبحوها وأمرهم موسى أن يأخذوا عضوا منها فيضربوا به القتيل، ففعلوا فصار المقتول حيا وسمى لهم قاتله وهو الذى ابتدأ بالشكاية فقتلوه قودا(تفسير الرازى، ج۳ص ۵۴۳، ۵۴۴، سورة البقرة)

[2] قاتل کا نام معلوم ہونے کا یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا گیا تاکہ بنی اسرائیل کی طرف سے انکار کی کوئی گنجائش نہ رہے، کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام وحی کے ذریعہ سے اس کا نام بتلا دیتے، تو ممکن تھا کہ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کا یقین نہ کرتے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن بنی اسرائیل نے بار بار سوالات کیے کہ وہ کیسی گائے ہے؟ اُس کا رنگ کیسا ہے؟ اُس کی عمر کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے لیے سختی کی گئی۔

بنی اسرائیل نے مقتول کے اس طرح زندہ ہونے اور قاتل کا نام بتانے کو ایک عجیب بات سمجھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق (وتمسخر) کرتے ہیں؟ بھلا گائے کے ذبح کرنے اور قاتل کے معلوم ہونے میں کیا مناسبت ہے؟ ہم آپ سے قاتل کا پتہ معلوم کرتے ہیں اور آپ گائے ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو ذبح شُدہ جانور کے گوشت کا ٹکڑا لگائے بغیر بھی زندہ کرنے پر قدرت تھی، یا مقتول کو زندہ کیے بغیر بھی اور کسی طریقہ پر قاتل کا نام بتایا جاسکتا تھا، پھر جانور ذبح کرنے اور اس سارے سامان کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اس بات کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہوجاؤں، یعنی سوال کے مطابق جواب نہ دینا اور اوپر سے استہزاء وتمسخر کرنا، یہ جاہلوں کا کام ہے؛ نعوذ باللہ! انبیائے کرام کا کام نہیں، اور اگرچہ تمہیں قاتل کا پتہ چلنے اور گائے ذبح کرنے کے اس عمل میں کوئی تعلق اور جوڑ نظر نہ آ رہا ہو،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور کفر میں مبتلا ہوتے، اور مُردہ کے زندہ ہوکر خبر دینے کا واقعہ ایسا عجیب واقعہ تھا، جس کے جھٹلانے کی اُن کے لیے گنجائش نہ تھی۔

مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گائے کے ذبح کے حکم میں بغیر کسی قید کے عام (یعنی بطور نکرہ) ''بقرۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے صاف ظاہر تھا کہ کسی خاص صفت کی گائے کی تعیین مقصود نہیں تھی، بلکہ حکم کی تعمیل مقصود تھی؛ اگر کسی خاص قسم کی گائے کی تخصیص اور تعیین مطلوب ہوتی تو الف لام کے ساتھ ''البقرۃ'' کے الفاظ سے حکم آتا (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

ايها الحمقاء من بنى إسرائيل فان القادر على احياء نفس قادر على احياء الأنفس كلها– ولعله تعالى انما لم يحيه ابتداء وشرط فيه ما شرط لما جرى عادته تعالى فى الدنيا بتعليق الأشياء بالأسباب الظاهرة ولما فيه من التقرب وأداء الواجب ونفع اليتيم والتنبيه على ان من حق الطالب ان يقرب قربة– والمتقرب ينبغى ان يتحرى الأحسن ويغالى فى ثمنه اخرج ابو داود عن عمر رضى الله عنه انه ضحى بنجيبة اشتراها بثلاثمائة دينار(التفسير المظهرى، ج ۱ ص ۸۴، سورة البقرة)

(إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة) ولو أتوا إلى أية بقرة فذبحوها لكان فى ذلك استجابة لأمر الله تعالى؛ لأن الأمر المطلق تتحقق الإجابة فيه بالتنفيذ فى أية جزئية من جزئياته، والمطلق يتحقق وجوده فى أى فرد من أفراده.

ولكن الطلب لم يصادف أهوائهم، وحالهم فى ذات أنفسهم فأخذوا يراوغون بكثرة الاستفهام، وإن أول التمرد هو كثرة الأسئلة، فالطاعة ألا تتمرد، ولا تثير الجدل(زهرة التفاسير، ج ۱ ص ۲۶۵، سورة البقرة)

لیکن یہ اللہ کا حکم ہے، جس کے اصل راز کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ [1]

چنانچہ جب بنی اسرائیل کو معلوم ہو چکا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، تو انہوں نے اس حکم سے جان چھڑانے کے لیے کٹ حجتی کرنی شروع کی، پہلے تو یہ کہا کہ آپ ہمارے لیے اپنے ربّ سے درخواست کیجیے کہ وہ گائے کیسی ہو؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے جواب میں فرمایا کہ وہ گائے ایسی ہو کہ نہ تو بالکل بوڑھی ہو، اور نہ بالکل کم عمر بچھڑا ہو، بلکہ ان دونوں کے درمیان (یعنی جوان) ہو۔

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو تمہیں حکم ملا ہے، اب اس کو پورا کرو، اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو پورا کرنے میں لیت ولعل اور حیل وحجت سے کام نہ لو، بلکہ جلد از جلد اس حکم کی تعمیل کرو۔ (جاری ہے)

---

[1] اللہ تعالیٰ کا کوئی کام ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے تو ہوتا نہیں، بلکہ کسی مصلحت اور حکمت کے تحت ہوتا ہے، اور ہر واقعہ کی حکمت اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطہ میں آ سکتی ہے، ہم اس کے مکلّف نہیں کہ ہر واقعہ کی مصلحت معلوم کریں، اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر واقعہ کی حکمت ہماری سمجھ میں آ جائے، اللہ تعالیٰ کی تکوین وتشریع میں جو حکمتیں ہیں، ان میں سے بہت سی انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں، اس لیے ایسی حکمتوں کے پیچھے پڑ کر اپنی قیمتی عمر ضائع کرنے کے بجائے بہتر طریقہ خاموشی کے ساتھ تسلیم وعمل کر لینے کا ہے (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

''ذَرِیْرَۃُ''یعنی چرائتہ کے خواص وفوائد

حدیث میں''ذَرِیْرَۃُ''یعنی چرائتہ کے ذکراورفوائدبیان ہونے کے بعد،ذیل میں''ذَرِیْرَۃُ''یعنی چرائتہ کے طبی فوائداوراستعمال کے طریقوں کاذکرکیاجاتاہے۔

''ذَرِیْــرَۃُ''یعنی چرائتہ کےاستعمال کے مختلف طریقے ہیں،چنانچہ اگرتازہ چرائتہ کاپودادستیاب ہوتو،اس کے تازہ پودے کی چندپتیاں یاڈنڈیاں پانی سے دھوکرصاف کرکے ایک گلاس پانی میں ڈال دیں،اور پانچ سے چھ گھنٹے بعدیہ پانی چھان کرپی لیں،یاپھرچرائتہ کے پودے کوسائے میں خشک کرکےاوراس کاباریک پاؤڈرکرکے بطوردواء کے بھی استعمال کیاجاسکتاہے،بعض اطباء نے چرائتہ کوپانی میں جوش دینے سےاس کی تاثیرکاکم ہونابیان کیاہے،البتہ اگرچرائتہ سے جلداستفادہ کرناہوتو،پھرچرائتہ کوپانی میں جوش دےکراستعمال کیاجاسکتاہے،چرائتہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اندرونی اوربیرونی طورپرخون اورجلدکوصاف کرنے کی صلاحیت رکھتاہے،اسی وجہ سے گزشتہ احادیث میں اس کابیرونی طورپرجلدپرلگانے کاذکرہے،اوراطباء نے چرائتہ کوخیسائندہ یاسفوف کی شکل میں استعمال کرنامفیدبیان کیاہے۔

اطباءنے چرائتہ کامزاج گرم خشک بیان کیاہے۔

تجربات کی روشنی میں''ذَرِیْرَۃُ''یعنی چرائتہ کے بعض امراض کے لئے حیرت انگیزاورجادواثرفوائد ظاہرہوئے ہیں،چنانچہ چرائتہ کڑوے ذائقہ والی اعلیٰ درجے کی خون صاف کرنے والی دواء ہے، اس مقصدکے لئے چرائتہ کی تھوڑی سی مقدارکورات کے وقت ایک گلاس پانی میں بھگودیں،اورصبح نہارمنہ یہ پانی پی لیں،خون کی صفائی اورچہرے کے کیل مہاسوں اوردانوں کے لئے ایک ہفتہ اس طرح سے چرائتہ کااستعمال ان شاءاللہ کافی ہے۔

چرائتہ وَرموں کوختم کرنے والی دواءہے،اس مقصدکے لئے جسم میں کسی بھی جگہ ورم محسوس ہورہاہو، تومذکورہ طریقہ پرچنددن چرائتہ کانہارمنہ پانی پینے سےوَرم ختم ہوناشروع ہوجائیں گے۔

چھوٹے بچوں کے پیٹ میں کیڑے ہونے کا مرض عام طور پر پایا جاتا ہے، جس کے لئے والدین مختلف تدابیر کرتے ہیں، پیٹ کے کیڑوں کی صفائی کے لئے بھی چرائتہ کا پانی پینا مفید ہے۔

ماہرین نے موسمی بخاروں بالخصوص گرمی کے بخاروں میں بھی چرائتہ کے استعمال کو فائدہ مند قرار دیا ہے، اس کے علاوہ کسی بھی قسم کی الرجی ہو، اس کے لئے بھی چرائتہ کا پانی فائدہ مند ہے۔

نامناسب غذاؤں بالخصوص بازاری غیر معیاری غذاؤں کے استعمال سے انسانی پھیپھڑے متأثر ہو جاتے ہیں، چرائتہ کا پانی پھیپھڑوں کی صفائی کے لئے بھی مفید بیان کیا گیا ہے۔

مزید براں جسم سے غیر ضروری گرمی اور جلن ختم کرنے کے لئے بھی چرائتہ کا استعمال مفید ہے، مثلاً آنکھوں میں جلن ہو، یا ہاتھوں یا پاؤں کے تلووں میں جلن ہو، تو اس مقصد کے لئے بھی چرائتہ کے پانی کا استعمال فائدہ مند ہے۔

ناک اور منہ سے آنے والی بدبو میں بھی چرائتہ کا جوشاندہ فائدہ مند ہے، اسی طرح چرائتہ جگر اور معدہ کو بھی مضبوط کرتا ہے، اور کڑوا ہونے کی وجہ سے بھوک آور ہے۔

بعض اطباء نے اپنے تجربات کی روشنی میں سرطانی (یعنی کینسر جیسے) امراض میں بھی چرائتہ کی افادیت بیان کی ہے، چنانچہ بواسیر بھی نہایت تکلیف دہ مرض ہے، خواہ خونی بواسیر ہو، یا مقعد میں جلن کی کیفیت ہو، دونوں حالتوں میں چرائتہ فائدہ مند ہے، بواسیر کے لئے چرائتہ کے تازہ پودے کو سائے میں خشک کر کے اس کا پاؤڈر یعنی سفوف کر لیا جائے، اور یہ پاؤڈر چائے والی آدھی چمچ کی مقدار کے برابر صبح نہار منہ پانی کے ساتھ کھا لیا جائے، اور اس کے بعد تین دن تک صبح ناشتے میں مولی کا سالن استعمال کیا جائے، تین دن بعد صبح پہلے مولی کے سالن کا ناشتہ کیا جائے، اور اس کے دس سے پندرہ منٹ بعد چرائتہ کا سفوف پانی کے ساتھ کھا لیا جائے، ان شاء اللہ دس دن کے استعمال سے بواسیر کے مرض کو افاقہ ہو جائے گا، جتنے دن دواء استعمال کی جائے، ان دنوں میں تلی ہوئی چیزوں اور گوشت اور مرچ ومصالحہ دار اشیاء سے پرہیز، مرض کے علاج میں فائدہ مند ہوگا۔

کیونکہ چرائتہ ایک دواء ہے، اس لئے دوسری ادویات کی طرح بیماری کے علاج کے طور پر بوقتِ ضرورت ہی استعمال کرنا چاہئے، اور لگاتار اور مسلسل استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

اخبارِادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

☐...... 9/16/23/30/محرم الحرام 1445ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

☐...... 4/11/18/25محرام الحرام اور 2/صفرُ المظفر 1445ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

☐...... 14/محرم الحرام 1445ھ، بروز بدھ، بعض اراکینِ ادارہ کا مری کے علاقہ میں جانا ہوا۔

☐...... 16/محرم الحرام 1445ھ، بروز جمعہ، مفتی صاحب مدیر کا مع چند رفقائے ادارہ کے ساتھ، اپنے قدیمی رفیق جناب زاہد صاحب کے یہاں عشائیہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا۔

☐...... 28/محرم الحرام 1445ھ، بروز بدھ، جناب بختیار صاحب کی رہائش گاہ میں شعبہ حفظ کے اساتذۂ کرام، چند طلباء کے ساتھ عشائیہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔

☐...... تعمیرِ پاکستان سکول میں موسمِ گرما کی تعطیلات کے بعد 27/محرم الحرام (15/اگست) بروز منگل سے بحمداللہ تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہوگیا۔

علمی وتحقیقی رسائل (جلد19)

(1)...موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ

(2)...تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق

علمی وتحقیقی رسائل (جلد20)

(1)...نہار منہ پانی پینے سے متعلق احادیث کی تحقیق

(2)...آباءِ انبیاء کے ’’موحّد‘‘ ہونے پر کلام

علمی وتحقیقی رسائل (جلد21)

(1)...’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم

(2)...ایک غالیانہ تحریر کا علمی محاسبہ

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی